جلد اول

مختار اشعار

انتخاب

دیوان میر تقی میر اکبر آبادی

جسکو عالیجناب نواب عماد الملک بہادر مولوی سید حسین صاحب بلگرامی
سی-ایس-آئی رکن مجلس وزیر ہند دام اقبالہ نے انتخاب فرمایا
اور انکی اجازت سے

اس خاکسار بے مقدار علی حیدر طباطبائی نے

مطبع انوار الاسلام مین چھپوا کر شائع کیا

صفر ۱۳۲۷ھ
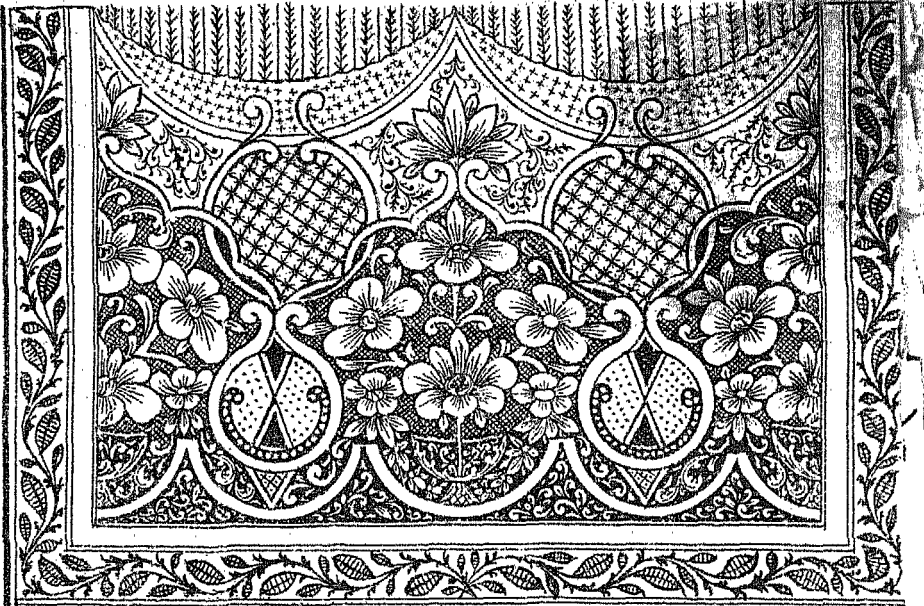
بسم اللہ الرحمن الرحیم

تھا مستعار حُسن سے اوس کے جو نُور تھا
خورشید مین بھی اوس ہی کا ذرہ ظہور تھا

کل پاؤن ایک کاسۂ سر پر جو آگیا
یکسر وہ استخوان شکستون سے چور تھا

کہنے لگا کہ دیکھ کے چل راہ بے خبر
مین بھی کبھو کسی کا سر پُر غرور تھا

امیدوار وعدۂ دیدار مر چلے
آتے ہی آتے یارو قیامت کو کیا ہوا

اُس کے گئے پہ ایسی گئی دل سے ہمنشین
معلوم بھی ہوا نہ کہ طاقت کو کیا ہوا

گرچہ بے ستا... کچھ ... نے کام کیا
وصل و ہجران یہ جو دو منزل ہین
دیکھا اس بیماری دل نے آخر کام تمام کیا

یعنی رات بہت تھے جاگے صبح ہوئی آرام کیا
...کو رو رو صبح کیا یا دن کو جون تون شام کیا

بارہا گور دل جھنکا لایا
سارے عالم مین مین دکھا لایا

قدر رکھتی نہ تھی متاع دل
ایک عالم کے سر بلا لایا

دل کہ اک قطرہ خون نہین ہے بیش
اوس کو یہ ناتوان اوٹھا لایا

سب پہ جس بار نے گرانی کی
اور بھی خاک مین ملا لایا

دل مجھے اوس گلی مین لیجا کر

بیتاب جی کو دیکھا دل کو کباب دیکھا
جیتے رہے تھے کیون ہم جو یہ عذاب دیکھا

لیتے ہی نام اوس کا سوتے سے چونک اوٹھے ہو
ہے خیر میر صاحب کچھہ تمنے خواب دیکھا

آفاق کی منزل سے گیا کون سلامت
اسباب لٹا راہ مین یان ہر سفری کا

رہتی تو جہان آنکھہ لڑی پھر وہین دیکھا
آئینہ کو لپکا ہے پریشان نظری کا

لے سانس بھی آہستہ کہ نازک ہے بہت کام
آفاق کی اس کارگہ شیشہ گری کا

ٹک میر جگر سوختہ کی جلد خبر لے
کیا یار بھروسہ ہے چراغ سحری کا

ر
منہ تکا ہی کرے ہے جس تس کا
حیرتی ہے یہ آئینہ کس کا

شام سے کچھہ بجھا سا رہتا ہے
دل ہوا ہے چراغ مفلس کا

فیض اے ابر چشم تر سے اوٹھا
آج دامن وسیع ہے اس کا

ر
تاب کس کو جو حال میر سنے
حال ہی اور کچھہ ہے مجلس کا

وہ اک روش سے کھولے ہوئے بال ہو گیا
سنبل چمن کا مفت مین پامال ہو گیا

قامت خمیدہ رنگ شکستہ بدن نزار
تیرا تو میر غم مین عجب حال ہو گیا

دل بہم پہنچا بدن مین تب سے سارا تن جلا
آپڑی یہ

سرکشی ہی ہے جو دکھلاتی ہے اس مجلس مین داغ

دکھ اب فراق کا ہم سے سہا نہین جاتا
پھر اس پہ ظلم یہ ہے کچھ کہا نہین جاتا

دل و دماغ ہے اب کس کو زندگانی کا
جو کوئی دم ہے تو افسوس ہے جوانی کا

دل کے تئین آتش ہجران سے بچایا نہ گیا
گھر جلا سامنے پہ ہم سے بجھایا نہ گیا

مدتے آسامنے شب یاد دلایا تھا اوسے
پھر وہ تا صبح میرے جی سے بھلایا نہ گیا

سر نشین رہ میخانہ ہون مین کیا جانون
رسم مسجد کے تئین شیخ کہ آیا نہ گیا

ادہر آکر شکار افگن ہمارا
مشبک کر گیا ہے تن ہمارا

گریبان سے رہا کوتہ تو پھر ہے
ہمارے ہاتھ مین دامن ہمارا

راہ دور عشق مین روتا ہے کیا
آگے آگے دیکھیئے ہوتا ہے کیا

قافلہ مین صبح کے اک شور ہے
یعنے غافل ہم چلے سوتا ہے کیا

غیرت یوسف ہے یہہ وقت عزیز
میر اوس کو رائگان کھوتا ہے کیا

ایک ہی چشمک تھی فرصت صحبت احباب کی
دیدۂ تر ساتھ لے مجلس سے پیمانہ گیا

دور تجھسے میر نے ایسا الغب کھینچا کہ شوخ
کل جو مین دیکھا اوسے مطلق نہ پہچانا گیا

ہاتھ سے تیرے اگر مین ناتوان مارا گیا
سب کہین گے یہ کہ کیا اک نیمجان مارا گیا

وصل و ہجران یہ جو دو منزل ہین راہ عشق کی
دل غریب انمین خدا جانے کہان مارا گیا

بارہا گور دل جھنکا لایا
اب کے شرط وفا بجا لایا

قدر رکھتی نہ تھی متاع دل
سارے عالم مین مین دکھا لایا

دل کہ اک قطرہ خون نہین ہے بیش
ایک عالم کے سر بلا لایا

سب پہ جس بار نے گرانی کی
اوسکو یہہ ناتوان اوٹھا لایا

دل مجھے اوس گلی مین لیجا کر
اور بھی خاک مین ملا لایا

اب تو جاتے ہیں بتکدے سے میر
پھر ملیں گے اگر خدا لایا

ہے حال جائے گریہ جان پُر آرزو کا
روئے نہ ہم کبھو ٹک دامن پکڑ کسو کا

اپنے تڑپنے کی تو تدبیر پہلے کر لوں
تب فکر میں کروں گا زخموں کے بھی رفو کا

یہ عیش گہ نہیں ہے یہاں رنگ اور کچھ ہے
ہر گل ہے اس چمن میں ساغر بھرا لہو کا

بلبل غزل سرائی آگے ہمارے مت کر
سب ہم سے سیکھتے ہیں انداز گفتگو کا

گلیاں بھری پڑی ہیں اے باد زخمیوں سے
مت کھول پیچ ظالم اوس زلف مشکبو کا

وے پہلی التفاتیں ساری فریب نکلیں
دینا نہ تھا دل اوس کو میں میر آہ چوکا

حال دل میر کا رو رو کے سب اے ماہ سنا
شب کو القصہ عجب قصہ جانکاہ سنا

کوئی ان طوروں سے گزرے ہے ترے غم میں مری
گاہ تو نے نہ سنا حال مرا گاہ سنا

خواب غفلت میں ہیں یاں سب تو عبث جاگا میر
بے خبر دیکھا وہ نہیں ہیں جنھیں آگاہ سنا

اٹھوں نہ خاک سے کشتہ میں کم نگاہی کا
دماغ کس کو ہے محشر کی دادخواہی کا

اون نے پہچان کر ہمیں مارا
منہ نہ کرنا ادہر تجاہل تھا

اب تو دل کو نہ تاب ہے نہ قرار
یاد ایام جب تحمل تھا

یوں گئی قد کے خم ہوئے جیسے
عمر اک رہرو سر پل تھا

خوب دریافت جو کیا ہم نے
وقت خوش میر نکہت گل تھا

فرہاد ہاتھ تیشہ پہ ٹک رہ کے ڈالتا
پتھر تلے کا ہاتھ ہی اپنا نکالتا

بگڑا اگر وہ شوخ تو سنیو کہ رہ گیا
خورشید اپنی تیغ و سپر ہی سنبھالتا

گل شرم سے بہ جائے گا گلشن میں ہو کر آب سا
برقع سے گر نکلا کہیں چہرہ ترا مہتاب سا

گل برگ کا یہ رنگ ہے مرجان کا ایسا ڈھنگ ہے
دیکھو نہ جھمکے ہے پڑا وہ ہونٹھ لعل ناب سا

ہم سرکشی سے مدتوں مسجد سے بچ بچ کر چلے
اب سجدہ ہی مین گذری ہے قد جو ہوا محراب سا

بن پوچھے کرم سے وہ جو بخش نہ دیتا تو
پرسش مین ہماری ہی دن حشر کا ڈھل جاتا

اتنا نہ تجھسے ملتے نہ دل کو کھو کے روتے
جیسا کیا تھا ہمنے ویسا ہی یار پایا

شہر دل ایک مدت اجڑا بسا غمون مین
آخر اجاڑ دینا اوس کا قرار پایا

ہمارے آگے ترا جب کسو نے نام لیا
دل ستم زدہ کو ہم نے تھام تھام لیا

لایا مرے مزار پہ اوس کو یہ جذب عشق
جس بیوفا کو نام سے بھی میرے ننگ تھا

مت کر عجب جو میر ترے غم مین مر گیا
جینے کا اس مریض کے کوئی بھی ڈھنگ تھا

مفت آبروئے زاہد علامہ لے گیا
اک مغبچہ اوتار کے عمامہ لے گیا

داغ فراق و حسرت وصل آرزوے شوق
مین ساتھ زیر خاک بھی ہنگامہ لے گیا

دے گی نہ چین لذت زخم اوس شکار کو
جو کھا کے تیرے ہاتھ کی تلوار جائیگا

آزار نہ دے اپنے کانون کے تئین اے گل
آغاز مرے غم کا انجام نہین رکھتا

ناکامی صد حسرت خوش لگتی نہین ورنہ
اب جی سے گذر جانا کچھ کام نہین رکھتا

ہو خشک تو بہتر ہے وہ ہاتھ بہاران مین
مانند نے نرگس جو جام نہین رکھتا

ہم خستہ دل ہین تجھسے بھی نازک مزاج تر
تیوری چڑھائی تونے کہ یان جی نکل گیا

گرمی عشق مانع نشو و نما ہوئی
مین وہ نہال تھا کہ اوگا اور جل گیا

مستی مین چھوڑ دیر کو کعبہ چلا تھا مین
لغزش بڑی ہوئی تھی ولیکن سنبھل گیا

ہزار رنگ کھلے گل چمن کے ہین شاہد
کہ روزگار کے سر خون ہے ہزارون کا

تری ہی زلف کو محشر مین ہم دکھا دینگے
جو کوئی مانگیگا نامہ سیاہ کارون کا

تڑپ کے مرنے سے دل کے کہ مغفرت ہو وے
جہان مین کچھ تو رہا نام بیقرارون کا
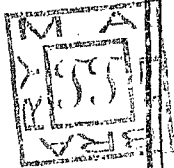
تمہین تو زہد و ورع پر بہت ہے اپنے غرور / خدا ہے شیخ جی ہم بھی گناہگاروں کا

آنکھوں نہیں جی مرا ہے ادہر دیکھتا نہیں / ڈرتا ہوں میں تو پاس رہے صرفہ نگاہ کا

اک قطرہ خون ہوکے پلک سے ٹپک پڑا / قصہ یہ کچھ ہوا دل غفران پناہ کا

ظالم زمین سے لوٹتا دامن اٹھا کے چل / ہوگا کمین میں ہاتھ کسو دادخواہ کا

دل سے شوق رخ نکو نہ گیا / جھانکنا تاکنا کبھو نہ گیا

سب گئے ہوش و صبر و تاب و تواں / لیکن اے داغ دل سے تو نہ گیا

سبحہ گرداں ہی میر ہم تو رہے
دست کوتاہ تا سبو نہ گیا

مہر کی تجھسے توقع تھی ستمگر نکلا / موم سمجھے تھے ترے دلکو سو پتھر نکلا

داغ ہوں رشک محبت سے کہ اتنا بیتاب / کسکی تسکین کے لیے گھر سے تو باہر نکلا

جیتے جی آہ ترے کوچہ سے کوئی نہ پھرا / جو ستمدیدہ رہا جاکے سو مرکر نکلا

دلکی آبادی کی اس حد ہے خرابی کہ نپوچھ / جانا جاتا ہے کہ اس راہ سے لشکر نکلا

ہمنے جانا تھا لکھے گا تو کوئی حرف اے میر
پر ترا نامہ تو اک شوق کا دفتر نکلا

کئی دن سلوک وداع کا مرے درپے دل زار تھا / کبھو درد تھا کبھو داغ تھا کبھو زخم تھا کبھو وار تھا

دل خستہ جو لہو ہوگیا تو بھلا ہوا کہ کہاں تلک / کبھو سوز سینہ سے داغ تھا کبھو درد و غم سے فگار تھا

دل مضطرب سے گزر گئی شب وصل اپنی ہی فکر میں / نہ دماغ تھا نہ فراغ تھا نہ شکیب تھا نہ قرار تھا

نہیں تازہ دلکی شکستگی یہی درد تھا یہی خستگی / اوسے جب سے ذوق شکار تھا یہی زخم سے سروکار تھا

کبھو جائیگی جو ادہر صبا تو یہ کہیو اس سے کہ بیوفا
مگر ایک میر شکستہ پا ترے باغ تازہ میں خار تھا

کیا اون نے نشے میں مجھکو مارا / اتنا بھی تو بے خبر نہ ہوگا

دھوکا ہے تمام بحر دنیا
دیکھے گا کہ ہونٹھ تر نہ ہوگا

ناوکشون سے کسی کا اتنا ظالم
ٹکڑے ٹکڑے جگر نہ ہوگا

یاد اوس کی اتنی خوب نہین میر باز آ
نادان پھر وہ جی سے بہلایا نجائیگا

دل کی ویرانی کا کیا مذکور ہے
یہہ نگر سو مرتبہ لوٹا گیا

اتنی گذری جو ترے ہجر مین سو اسکے سبب
صبر مرحوم عجب مونس تنہائی تھا

تیرے جلوہ کا مگر رو تھا سحر گلشن مین
نرگس اک دیدہ حیران تماشائی تھا

فلک کا منہ نہین اس فتنہ کو اوٹھانیکا
ستم شریک ترا ناز ہے زبانی کا

سرا ہا اون نے ترا ہاتھ جن نے دیکھا زخم
شہید ہون مین ترے تیغ کے لگانے کا

سب فروغ بزم کا باعث ہوا تھا حسن دوست
شمع کا جلوہ غبار دیدہ پروانہ تھا

غیر کے کہنے سے مارا اون نے ہمکو بیگناہ
یہہ نہ سمجھا وہ کہ واقع مین بھی کچھ تھا یا نہ تھا

دیر و حرم سے گذرے اب دل ہے گھر ہمارا
ہے ختم اس آبلے پر سیر و سفر ہمارا

پلکون سے تیری ہمکو کیا چشم داشت یہہ تھی
ان برچھیون نے بانٹا باہم جگر ہمارا

اس کاروان سرا مین کیا بار کھولین
یان کوچ لگ رہا ہے شام و سحر ہمارا

غم رہا جب تک کہ دم مین دم رہا
دل کے جانے کا نہایت غم رہا

حسن تھا تیرا بہت عالم فریب
خط کے آنے پر بھی اک عالم رہا

دل نہ پہنچا گوشہ داماں تلک
قطرہ خون تھا مژہ پر جم رہا

سنتے ہین لیلی کے خیمہ کو سیاہ
اوس مین مجنون کا مگر ماتم رہا

جامہ احرام زاہد پر نہ جا
تھا حرم مین لیک نا محرم رہا

زلفین کھولے تو جو ٹک آیا نظر
عمر بھر یان کام دل برہم رہا

اوس کے لب سے تلخ سنتے ہی رہے
اپنے حق مین آب حیوان سم رہا

صبح پیری شام ہونے آئی میر
تو نہ چیتا یان بہت دن کم رہا

چوری مین دل کی وہ ہنر کر گیا
دیکھتے ہی آنکھون مین گھر کر گیا

کس کو میرے حال سے تھی آگہی
نالۂ شب سب کو خبر کر گیا

مجلس آفاق مین پروانہ سان
میر بھی شام اپنی سحر کر گیا

دیکھا جو اوس پڑے تئین گلشن مین ہم تو آخر
گل کا وہ روئے خندان چشم پر آب نکلا

کچھ دیر ہی لگی نہ دل کو تو تیر لگتے
اس صید ناتوان کا کیا جی شتاب نکلا

ہر حرف غم نے میرے مجلس کتئین رولایا
گویا غبار دل کا پڑھتا کتاب نکلا

کس کی نگہ کی گردش تھی میر رو بمسجد
محراب مین سے زاہد مست و خراب نکلا

دامان کوہ مین جو مین ڈاڑھ مار رویا
اک ابروان سے اوٹھکر بے اختیار رویا

پڑتا نہ تھا بھروسا عہد وفا کے گل پہ
مرغ چمن نہ سمجھا مین تو ہزار رویا

ہر گل زمین یہان کی رونے ہی کی جگہہ تھی
مانند ابر ہر جا مین زار زار رویا

تھی مصلحت کہ رک کر ہجران مین جان دیجے
دل کھول کر نہ غم مین مین ایک بار رویا

مغان مجھ مست بن پھر خندۂ ساغر نہ ہوئیگا
مے گلگون کا شیشہ ہچکیان لے لے کر روئیگا

وہ آئینہ رخسار دم بار پس آیا
جب جیب نہ رہا ہم کو تو دیدار دکھایا

کچھ ماہ مین اوس مین نہ تفاوت ہوا ظاہر
سو بار نکالا اسے اور اوس میں کو چھپایا

یا قافلہ در قافلہ ان رستون مین تھے لوگ
یا ایسے گئے یہان سے کہ پھر کھوج نہ پایا

ایسے بت بے مہر سے ملتا ہے کوئی بھی

دل میر کو بیماری تھا جو تجھسے لگایا

تیرا رخِ مخطط قرآن ہے ہمارا — بوسہ بھی لین تو کیا ہے ایمان ہے ہمارا

گر ہے یہہ بیقراری تو رہ چکا بغل مین — دو روزہ دل ہمارا مہمان ہے ہمارا

مشکل بہت ہے ہم سا پھر کوئی ہاتھ آنا — یون مارنا تو پیارے آسان ہے ہمارا

ماہیتِ دو عالم کھاتی پھرے ہے غوطے — اک قطرہ خون یہ دل طوفان ہے ہمارا

کیا خاندان کا اپنے تجھسے کہین تقدس — روح القدس اک ادنی دربان ہے ہمارا

گل چمن مین گل و سمن دیکھا — آج دیکھا تو باغ بن دیکھا

ایک چشمک دو صد سنانِ مژہ — اوس نکیلے کا بانک پن دیکھا

حسرت اوس کی جگہہ تھی خوابیدہ
میر کا کھول کر کفن دیکھا

سرسری تم جہان سے گذری — ورنہ ہر جا جہانِ دیگر تھا

دل کی کچھہ قدر کرتے رہیو تم — یہہ ہمارا بھی ناز پرور تھا

جہان کو فتنہ سے خالی کبھو نہین دیکھا — ہمارے وقت مین تو آفت زمانہ ہوا

ہم اپنے دل کی چلے دل ہی مین لیئے یان سے — ہزار حیف سر حرف اوس سے وا نہ ہوا

کھلا نشے مین جو پگڑی کا پیچ اوسکی میر
سمندِ ناز پہ ایک اور تازیانہ ہوا

کثرتِ داغ سے دل رشکِ گلستان نہ ہوا — بیراد لخواہ جو کچھہ تھا وہ کبھو یان نہ ہوا

جی تو اپنے کئی صدقے کیے تجھہ پر لیکن — حیف یہہ ہے کہ تنک تو بھی پشیمان نہ ہوا

برق بست خوشی کی اور اپنی بیان کر صحبت — شکر کر یہہ کہ مرا دہانِ دل سوزان نہ ہوا

دل پہ جسم گیا شیخ لیئے زیر زمین — مر گیا پر یہہ کہن گبر مسلمان نہ ہوا

کونسی رات زمانہ مین گئی جس مین میر

سینہ چاک سے ہین دست و گریبان ہوا

آنکھون مین جی مرا ہے ادھر یار دیکھنا
عاشق کا اپنے آخری دیدار دیکھنا

آنکھین چرا نہ ہو ٹک ابر بہار سے
میری طرف بھی دیدۂ خون بار دیکھنا

ہونا نہ چار چشم دل اوس ظلم پیشہ سے
ہشیار زینہار خبردار دیکھنا

تمام ذہب ہے عشق مین اوی بوالہوس اندیشہ راحت کا
رواج اس ملک مین ہے درد و داغ و رنج و کلفت کا

نگاہ یاس بھی اوس صید افگن پر غنیمت ہے
نہایت تنگ ہے ای صید بسمل وقت فرصت کا

خرابی دل کی اوس حد ہی کہ یہہ سمجھا نہین جاتا
کہ آبادی بھی یان تھی یا کہ ویرانہ ہے مدت کا

جو اس شور سے میر روتا رہے گا
تو ہمسایہ کاہیکو سوتا رہے گا

مجھے کام رونے سے اکثر ہے ناصح
تو کب تک مرے منہ کو دھوتا رہیگا

مرے دل نے وہ نالہ پیدا کیا ہے
جرس کے بھی جو ہوش کھوتا رہیگا

دل عشق کا ہمیشہ حریف نبرد تھا
اب جس جگہہ کہ داغ ہے یان آگے درد تھا

گزری مدام اوسکی جوانان مست مین
پیر مغان بھی طرفہ کوئی پیر مرد تھا

عاشق ہین ہم تو میر کے بھی ضبط عشق کے
دل جل گیا تھا اور نفس لب پہ سرد تھا

یار عجب طرح نگہ کر گیا
دیکھنا وہ دل مین جگہہ کر گیا

جانا ہے ابھی بزم سے آیا تو کیا
کوئی گھڑی گو کہ تو رہ کر گیا

وصف خط و خال مین خوبان کے میر
نامۂ اعمال سیہ کر گیا

اب بھی دماغ رفتہ ہمارا ہے عرش پر
گو آسمان نے خاک مین ہم کو ملا دیا

پشت پہ در عشق چلا جائے تھا سو آج
بے طاقتی نے دل کی وہ پردہ اٹھا دیا

سب شور ما و من کا لیے سر مین مر گئے
یارون کو اس فسانے نے آخر سلا دیا

آوارگان عشق کا پوچھا جو مین نشان
مشت غبار لے کے صبا نے اوڑا دیا

لذت سے نہین خالی جانون کا کھپا جانا
کب خضر و مسیحا نے مرنے کا مزا جانا

اس شور قیامت ہم سوتے ہی نہ رہ جاوین
اس راہ سے نکلے تو ہم کو بھی جگا جانا

جاتی ہے گزر جی پر اوس وقت قیامت سی
یاد آوے ہے جب تیرا یکبارگی آ جانا

کب میر بسر آئے تم ایسے فریبی سے
دل کو تو لگا بیٹھے لیکن نہ لگا جانا

پاسے خطاب کیا کیا دیکھے عتاب کیا کیا
دل کو لگا کے ہم نے کھینچے عذاب کیا کیا

رفتار و طور و طرز و روش کا یہہ ڈھب ہی کیا
پہلے سلوک ایسے ہی تیرے تھے اب ہی کیا

ہم دل زدہ نہ رکھتے تھے تم سے یہہ چشم داشت
کرتے ہو قہر لطف کی جاگہ غضب ہے کیا

تم نے ہمیشہ جور و ستم بے سبب کیے
اپنا ہی ظرف تھا جو نہ پوچھا سبب ہی کیا

کیونکر تمھاری بات کرے کوئی اعتبار
ظاہر مین کیا کہو ہو سخن زیر لب ہے کیا

ستم سے گو ترے یہہ کشتۂ وفا نہ رہا
رہے جہان مین تو دیر مین رہا نہ رہا

دیکھ آرسی کو یار ہوا محو ناز کا
خانہ خراب ہوجیو آئینہ ساز کا

اس لطف سے نہ غنچۂ نرگس کھلا کبھو
کھلنا تو دیکھ اس مژۂ نیم باز کا

کوتاہ تھا فسانہ جو مر جاتے ہم شتاب
جی پر وبال سب ہے یہہ عمر دراز کا

گرم مجھ سوختہ کے پاس سے جانا کیا تھا
آگ لینے مگر آئے تھے یہہ آنا کیا تھا

دیکھتے آئے دم نزع لیے منہ پہ نقاب
آخری وقت مرے منہ کا چھپانا کیا تھا

جب نہ تب مرنے کو تیار رہے عشق مین ہم
جی کے تین اپنے کبھو ہم نے نہ جانا کیا تھا

رد کش ہوا جو شب وہ بالائے بام نکلا
ماہ تمام یارو کیا ناتمام نکلا

کیونکر نہ مر رہے جو بیتاب میر سا ہو
اک آدھ دن تو گھر سے دل تھام تھام نکلا

کیا کہین کچھہ کہا نہین جاتا
اب تو چپ بھی رہا نہین جاتا

طاقت دل تلک تعب کھینچے
اب ستم ٹک سہا نہین جاتا

کجی اوس کی جو مین جتانے لگا
مجھسے یہ میان وہ سنانے لگا

کہتے تو ہو یون کہتے یون کہتے جو وہ آتا
یہہ کہنے کی باتین ہین کچھہ بھی نہ کہا جاتا

تکلیف نہ کی تمنے اس وحشی کو مرنیکی
تھا میر تو ایسا بھی دل جی سے اٹھا جاتا

لڑ گئین آنکھین اٹھائی دل نے چوٹ
یہ تماشائی عبث گھائل ہوا

فقیر بستی مین تھا تو ترا زیان کیا تھا
کبھو جو آن نکلتا کوئی صدا کرتا

بدی نتیجہ ہے نیکی کا اس زمانہ مین
بھلا کسو سے جو کرتا تو تو برا کرتا

خراب مجھکو کیا دل کی لاگ نے ورنہ
فقیر کاہیکو تکیے سے یون اٹھا کرتا

وائے احوال اس جفاکش کا
عاشق اپنا جسے وہ جان گیا

کون جی سے نہ جائیگا ای میر
حیف یہہ ہے کہ تو جوان گیا

ہوئین رسوائیان جسکے لیے چھوٹا دیار اپنا
ہوا وہ بیمروت بیوفا ہرگز نہ یار اپنا

خدا جانے ہمین اس بیخودی نے کسطرف پھینکا
کہ مدت ہو گئی ہم کھینچتے ہین انتظار اپنا

ہاتھہ دامن مین ترے مارتے جھنجلا کے نہ ہم
اپنے جامہ مین اگر آج گریبان ہوتا

ہر گھڑی آئینہ رہتا ہے ترا منہ تکتا
دل کی تقلید نہ کرتا تو نہ حیران ہوتا

خاک پا ہوکے ترے قد کا چمن مین رہتا
سرو اتنا نہ اکڑتا اگر انسان ہوتا

میر بھی دیر کے لوگون ہی کی سی کہنے لگا
کچھہ خدا لگتی بھی کہتا جو مسلمان ہوتا

اندوہ و غم کے جوش سے دل رک کے خون ہوا
اب کے مجھے بہار سے آگے جنون ہوا

ذکر دل جانے کا وہ پرکینہ سن کہنے لگا
ایک جہان مہر و وفا کی جنس تھی میرے کنے

یہہ سناتے ہو کسے کیا مہربان مین ڈگیا
لیکن اس کو پھیر ہی لایا جہان مین لے گیا

گیا حسن خوبان بد راہ کا
ہمیشہ رہے نام اللہ کا

سا دل عجب شہر تھا خیالون کا
لوٹا مارا ہے حسن والون کا

کیا کام کیا ہمنے دل یون نہ لگانا تھا
ہر آن تھی سرگوشی یا بات نہین گا ہے
اک محو تماشا ہین اک گرم ہین قصہ کے
کیونکر گلی سے اسکی مین اوٹھکے چلا جاتا
جب تونے نظر پھیری تب جان گئی اسکی
لذت سے نہ تھا خالی جانا تہ تیغ اوسکے
کیا صورتین بگڑی ہین ہشتا قونکی ہجر انمین

اس جان کی جوکھون کو اوس وقت نہ جانا تھا
اوقات ہے اک یہ بھی اک وہ بھی زمانہ تھا
یان آج جو کچھہ دیکھا سو کل وہ فسانا تھا
یان خاک مین ملنا تھا لوہو مین نہانا تھا
مرنا ترے عاشق کا مرنا کہ بہانا تھا
ای صید حرم تجھکو اک زخم تو کھانا تھا
اوس چہرہ کو ای خالق ایسا نہ بنانا تھا

کہتے نہ تھے ہم والنسے پھر آچکے جیتے تم
میر اوس گلی مین تم کو زنہار نہ جانا تھا

یان اپنے جسم زار پہ تلوار سی لگی
اُن نے جو بیدماغی سے ابرو کو خم کیا

اس زندگی سے مارے ہی جانا بھلا تھا میر
رحم اُن نے میرے حق مین کیا کیا ستم کیا

رات سے آنسو مری آنکھو نمین پھر آنے لگا
عاشقونکی پائمالی مین اُسے اصرار ہے
جبتک اُس سرکی سی دلکش دید مین آئی نہین

اک رمق جی تھا بدن مین سو بھی گھبرانے لگا
یعنی وہ محشر خرام اب پانوٗن پھیلانے لگا
گو ستارہ صبح کا بھی آنکھہ جھپکانے لگا

کیونکر اوس آئینہ رخ سے میر ملیئے بیحجاب
وہ تو اپنے عکس سے بھی دیکھو شرمانے لگا

اگر وہ ماہ نکل گھر سے تک ادھر آتا
تو رک کے منہ تئین کا ہیکو شب جگر آتا

مریدہ پیر مغان صدق سے نہ ہم ہوتے
جو حق شناس کوئی اور بھی نظر آتا

نہ ادھر رکھا نہ حال رکھا بیتاب رکھا بیمار رکھا
حال رکھا تھا کچھ بھی ہمنے عشق نے آخر مار رکھا

میلان اس کا تھا کا ہیکو جانب الفت کیشون کے
اپنی طرف سے ہمنے ابتک اس ظالم سے پیار رکھا

عشق بھی ہم مین ہائے تصرف کیسے کیسے کرتا ہے
دل کو چاک جگر کو زخمی آنکھون کو خونبار رکھا

سا
نکلے گیا مدینے گیا کربلا گیا
جیسا گیا تھا ویسا ہی چل پھر کے آگیا

ہم کوئے مغان مین تھے ماہ رمضان آیا
صد شکر کہ مستی مین جانا نہ کہان آیا

زار کیا بیمار کیا اس دل نے کیا آزار کیا
داغ سے تن گلزار کیا سب آنکھون کو خونبار کیا

مرنا اسکے عشق مین خالی نہین ہے حسن سے
رشک کے قابل ہے جو کشتہ ہے اس میدان کا

کیا کہون سارا زمانہ کشتہ و مردہ ہے میر
اسکے اک انداز کا اک ناز کا اک آن کا

عشق ہمارے خیال پڑا ہے خواب گئی آرام گیا
جی کا جانا ٹھہر گیا ہے صبح گیا یا شام گیا

ہائے جوانی کیا کیا کہیے شور سرون مین رکھتے تھے
اب کیا ہے وہ عہد گیا وہ موسم وہ ہنگام گیا

پہلو سے اٹھ گیا ہے وہ نازنین ہمارا
جز درد اب نہین ہے پہلو نشین ہمارا

جیتا ہون کے جور سے مین جب کہ مر گیا
ہو کر فقیر صبر مری گور پر گیا

سا
تیرے ہی رہگزار مین جی جا رہا ہے شوخ
سنیو کہ میر آج ہی کل مین گزر گیا

بات کہتے جی کا جانا ہو گیا
مرنا عاشق کا بہانا ہو گیا

جائے بو دن تو نہ تھی دنیای دون
اتفاقاً اپنا آنا ہو گیا

ماہ اس کو کہہ کے سارے شہر مین
مجھکو مشکل منہ دکھانا ہو گیا

دل کے خون ہونے کا غم کیا اب سے تھا
سینہ کوبی سخت ماتم کب سے تھا

اوسکی مقتولی کا ہم کو رشک ہے ۔ دو قدم جو کشتہ آگے سب سے تھا

چپ سی ہم کو لگ گئی تھی تب سے میر
شورِ ان شیرین لبون کا جب سے تھا

موئے ہم جس کی خاطر بیوفا تھا ۔ بجا تا اون نے تو یون بھی کہ کہا تھا
نہ ملیے چاہنے والون سے اپنے ۔ بجا تا تجھہ سے یہہ کن نے کہا تھا

سوزِ درون سے مجھپہ ستم یہ ملا ہوا ۔ ٹکڑا جگر کا آنکھون سے نکلا چلا ہوا

رہتا نہین تڑپنے سے ٹک ہاتھ کے تلے
کیا جانون میر دل کو مرے کیا بلا[1] ہوا

باتین ہماری یاد رہین پھر باتین ایسی نہ سنیے گا ۔ پڑہتے کسو کو سنیے گا تو دیر تلک سر دھنیے گا

ملا تو تھا وہ بخواہش دل مزا بھی پانے پائے لیکن ۔ پھرین جو مستی مین اسکی آنکھین سو ہوش ہمکو رہا نہ اپنا
جہان کا دریای بیکران تو سراب پایان کار نکلا ۔ جو لوگ تہہ سے کچھہ آشنا تھے انکھون ذلیل ترکیا نہ اپنا

جہانین رہنے کو جی بہت تھا نکر سکے میر کچھہ توقف
بنا تھی ناپایدار اسکی ابھی سے رہنا بنا نہ اپنا

کسکی مسجد کیسے میخانے کہان کے شیخ و شاب ۔ ایک گردش مین تری چشم سیہ کے سب خراب
تو ہوا ورنہ یا ہو ساقی ہین ہون مستی ہو مدام ۔ پیر ربط صہبا نکالے اوڑ چلے رنگ شراب
ہے ملامت تیرے باعث شور پر تجھسے نمک ۔ ٹک تو رہ پیری چلی آتی ہے اے عہد شباب

کچھہ نہین بحر جہانکی موج پر مت بھول میر
دور سے دریا نظر آتا ہے لیکن ہے سراب

داغ ہون جلتا ہے دل بے طور اب ۔ دیکھیے کیا گل کھلے ہے اور اب
جو کہو تم سو ہے بجا صاحب ۔ ہم برے ہی سہی بھلا صاحب

[1] لفظ بلا مونث ہے لیکن کیا بلا ہوا محاورہ ہے جو اب بھی زبان زد ہے ۱۲

نہ دیا رحم ٹک بتون کے تئین
پھر گئین آنکھین تم نہ آن پھرے
کیا کیا ہائے بہر خدا صاحب
دیکھا تم کو بھی واہ واہ صاحب

شیون مین شب کے ٹوٹی زنجیر میر صاحب
اب کیا میرے جنون کی تدبیر میر صاحب

ہم سر نہ کھینچتے تو وہ تیغ کھینچ نہ سکتی
اپنا گناہ اپنی تقصیر میر صاحب

طاقت تعب کی غم مین تمہاری نہین ہی اب
گویا کہ جان جسم مین سارے نہین ہے اب

سکن جہان تھا دل زدہ مسکین کا ہم تو وہان
کل دیر میر میر پکارے نہین ہے اب

خلاف وعدہ بہت ہوئے ہو کوئی تو وعدہ وفا کرو اب
ملا کے آنکھین دروغ کہنا کہان تلک کچھ حیا کرو اب

آیا ہے شیب سر پہ گیا ہے شباب اب
بگڑا بنا ہون عشق سے سو بار عاقبت
خونریزی عاشقون کی ہے ظالم اگر ثواب
کرنا جو کچھ ہو تم کو سو کرلو شتاب اب
پایا قرار یہ کہ رہون ہین خراب اب
تو تو ہوا ہے تجھکو بہت سا ثواب اب

آئینہ سا جو کوئی یان آشنا صورت ہی اب
کیا کوئی یاری کسو سے کرکے ہووی شاد کام
بیمروت اس زمانہ مین ہم حیرت ہے اب
دوستی ہے دشمنی الفت نہین کلفت ہی اب

دل خراشی و جگر چاکی و خون افشانی
ہون تو ناکام پہ رہتے ہین مجھے کام بہت

پھر نہ آئے جو ہوئے خاک مین جا آسودہ
غالباً زیر زمین میر ہے آرام بہت

دیر کچھ لگتی تو کہتے بھی ملاقات کی بات
یہہ کس آشفتہ کی جمعیت دل تھی منظور
ملنا اپنا جو ہوا اوس سے سو وہ بابت کی بات
بال بکھرے ترے منہ پہ کہو ہین رات کی بات

کیا پوچھتے ہو آہ مرے جنگ جو کی بات
آئینہ پانی پانی رہا اوس کے سامنے
گویا وفا ہے عہد مین اس کے کبھو کی بات
کہیے جہان کہون یہ تو ہے ردبدو کی بات

ارض و سما کی پستی بلندی اب تو ہمکو برابر ہے
سو غنیز ویہین ہو عاشق تو ایک اسی سے شرما وین
یعنے نشیب و فراز جو دیکھے طبع ہوئی ہموار بہت
اس مستی مین آنکھین اوسکی رہتی ہین ہشیار بہت

چشم رہتی ہے اب پر آب بہت
پشت پا پر ہے چشم شوخ اوس کی
دل کو میرے ہے اضطراب بہت
ہاے رہے ہم سے ہی حجاب بہت

ردیف ج

آئے ہین میر منہ کو بنائے خفا سے آج
ساقی ٹک ایک موسم گل کی طرف تو دیکھ
شاید بگڑ گئی ہے کچھ اوس بیوفا سے آج
ٹپکا پڑے ہے رنگ چمن مین ہوا سے آج

حال گلزار زمانہ کا ہے جیسے کہ شفق
دعوی خوش دہنی اوس سے اسی منہ پر گل
ساتھ ہے اس سر عریان کے بہہ وحشت کرنا
رنگ کچھ اور ہی ہو جاتی ہے ایک آنکھ کے بیچ
سر تو ٹک ڈال کے دیکھ اپنے گریبان کے بیچ
پگڑی اُلجھی ہے ہری اب تو بیابان کے بیچ

ردیف چ

آتی ہے خون کی بو دوستی یار کے بیچ
خضر و عیسی کے تئین نام کو جیتا سن لو
چال کیا کیک کی اک بات چلی آتی ہے
داغ چیچک نہ اس افراط سے تھے مکھڑے پر
جی لیے اون نے ہزارون کو یونہین پیار کے بیچ
جان ہے ورنہ کب اوس کے کسو بیمار کے بیچ
لطف نکلے ہین ہزارون تری رفتار کے بیچ
کن نے گاڑی ہین نگاہین ترے رخسار کے بیچ

سر سری مت جہان سے جا غافل
پھیل اتنا پڑا ہے کیون یان تو
پاؤن تیرا پڑے جہان ٹک سوچ
یار اگلے گئے کہان ٹک سوچ

فائدہ سر جھکے کا شیب مین میر
پیری سے آ گئے اے جوان ٹک سوچ

ردیف حا

آنے کی اپنے کیا کہین اس گلستان کی طرح
کرتے تو ہو ستم یہ نہین رہنے کے خدا اس
نقشہ الہی دل کا مرے کون لے گیا
جون سبزہ چل چمن مین لب جو پہ سیر کر
ہر گام پر تلف ہوئے آب روان کی طرح
کچھ اور ہو لئی جو کسو خستہ جان کی طرح
کہتے مین ساری سوزش مین ہے اس مکان کی طرح
عمر عزیز جاتی ہے آب روان کی طرح

جو سقف بے عمد ہو نہین اوس کا اعتماد
کس خانمان خراب نے کی آسمان کی طرح

نقصانِ جان صریح تھا سودی مین عشق کے
ہم جان کر نکالی ہے جی کے زیان کی طرح

دل کو جو خوب دیکھا تو ہو کا مکان ہے
ہے اس مکان مین ساری وہی لامکان کی طرح

کل دیکھ آفتاب کو رویا ہون دیر تک
غصہ مین ایسی ہی تھی مرے مہربان کی طرح

مر گیا فرہاد جیسے مرتے ہارے اس طرح
سر کوئی پتھر سے مارے بھی تو مارے اس طرح

دور گردون سے ہوئی کچھہ اور میخانے کی طرح
پھر نہ آوین کیونکہ آنکھین میری پیمانے کی طرح

کس طرح جی سی گزر جاتے ہین آنکھین موند کر
دیدنی ہے دردمندو نکے بھی مرجانے کی طرح

یون بھی سر چڑہتا ہے ای ناصح کوئی مجھ سی کو ہائے
ایسے دیوانہ کو سمجھاتے ہین سمجھانے کی طرح

جان کا صرفہ نہین ہی کچھہ تجھے کڑہنے مین میر
غم کوئی کھاتا ہے میری جان غم کھانیکی طرح

ہون رہگزر زمین تیری ہر نقشِ پا ہے شاہد
اوڑتی ہے خاک میری باد صبا ہے شاہد

طوفِ حرم مین بھی مین بھولا نہ تجھکو ای بت
آتا تھا یاد تو ہی میرا خدا ہے شاہد

شرمندۂ اثر کچھہ باطن مرا نہین ہے
وقتِ سحر ہے شاہد دستِ دعا ہے شاہد

نالے مین اپنے پنہان مین بھی ہون ساتھہ تیرے
شاہد ہے گرد محمل شور درا ہے شاہد

سر اٹھاتے ہی ہو گئے پامال
سبزۂ نودمیدہ کے مانند

نہ کٹے رات ہجر کی جو نہ ہو
نالہ تیغ کشیدہ کے مانند

دل تڑپتا ہے اشک خونین مین
صید در خون تپیدہ کے مانند

اسیر کر کے نہ لی تو نے تو خبر صیاد
اوڑا لیے مرے پر کالۂ جگر صیاد

چمن کی یاد کے آتے خبر نہ اپنی رہی
کہ مین کدھر ہون کدھر ہی قفس کدھر صیاد

آنکھہ آئینہ رو چھپاتے ہین
دل کو لے کر مکر گئے شاید

لوہو آنکھون مین اب نہین آتا
زخم اب دل کے بھر گئے شاید

اب کہین جنگلون ہین سے ملتے نہین
حضرت خضر مر گئے شاید

جدائی کے حالات ہین کیا کہون
قیامت تھی ایک ایک ساعت کی بعد

موا کوہکن بے ستون کھود کر
یہہ راحت ہوئی ایسی محنت کے بعد

لگا آگ پانی کو دوڑے ہے تو
یہ گرمی تری اس شرارت کے بعد

کہے کو ہمارے کب اوس نے سُنا
کوئی بات مانی سو منت کے بعد

نظر میرؔ نے کیسی حسرت سے کی
بہت روئے ہم اوس کی رخصت کے بعد

نہ دردمندی سے یہ راہ تم چلے ورنہ
قدم قدم پہ تھی یان جائے نالہ و فریاد

ہمین تو مرنے کا طور اوسکے خوش بہت آیا
طواف کریے جو ہو نخل ماتم فرہاد

کب اون نے دلمین کر انصاف ہم پہ لطف کیا
وہی ہے خشم وہی یان سے جا وہی بیداد

تن کو جس جا گھسی چھیڑون ہین وہان ہی درد و درد
ہاتھ لگتے دلکے ہوجاتا ہون کچھ مین زرد زرد

کب مری شب کو سحر ہے ایک بدحالی کی بیچ
جانتا ہون صبح ہے ہوتا ہون جب مین سرد سرد

دفتر اعمال میرا بھول جاوین میرؔ کاش
ہے قیامت ان جریدے کو جو دیکھین فرد فرد

غیرون سے وے اشارے ہم سے چھپا چھپا کر
پھر دیکھنا ادھر کو آنکھین ملا ملا کر

ہر گام سدرہ تھی بت خانہ کی محبت
کعبے تلک تو پہونچے لیکن خدا خدا کر

نخچیر گہ مین تجھسے جو نیم کشتہ چھوٹا
حسرت نے اوس کو آخر مارا لٹا لٹا کر

جو وجہ کوئی ہو تو کہنے مین بھی کچھ آوے
باتین کرو ہو بگڑی سُن کر بنا بنا کر

وہ بے وفا نہ آیا بالین پہ وقت رفتن
سو بار ہم نے دیکھا سر کو اُٹھا اُٹھا کر

مین منع میرؔ تجھکو کرتا نہ تھا ہمیشہ
کھوئی نہ جان تو نے دل کو لگا لگا کر

کر رحم ٹک کب تک ستم مجھ پر جفاکار اس قدر
اک سینہ خنجر سیکڑون اک جان و آزار اس قدر

منزل پہنچنا اک طرف نے صبر ہے نے ہی سکون
یکسر قدم مین آبلے پھر راہ پُرخار اس قدر

نہ ہو ہرزہ درا اتنا خموشی ای جرس بہتر
نہین اس قافلہ مین اہل دل ضبط نفس بہتر

قیامت تھا سمان اوس خشمگین پر
کہ تلوارین چلین ابرو کی چین پر

گئے دن عجز و نالہ کے کہ اب ہے
دماغ نالہ چرخ ہفتمین پر

قدم دشت محبت مین نہ رکھ میر
کہ سر جاتا ہے گام اولین پر

ق

گل پژمردہ کا نہین ممنون
ہم اسیرون کا گوشۂ دستار

سیکڑون حرف ہین گرہ دل مین
پر کہان پایئے لب اظہار

میر صاحب زمانہ نازک ہے
دونون ہاتھون سے تھامیئے دستار

سہل ہے زندگی پہ کام کے تئین
اپنے اوپر نہ کیجیے دشوار

چار دن کا ہے مجہلہ یہہ سب
سب سے رکھیئے سلوک ہی ناچار

در مسجد پہ حلقہ زن ہو تم
کہ رہو بیٹھ خانۂ خمار

جی مین آوے سو کیجیو پیارے
ایک ہونا نہ درپئے آزار

حاصل دو جہان ہے ایک حرف
ہو مری جان آگے تم مختار

افسوس وے کہ منتظر اک عمر تک رہے
پھر مر گئے ترے تئین اک بار دیکھکر

جاتا ہے آسمان لیے کوچے سے یار کے
آتا ہے جی بھرا در و دیوار دیکھکر

جی مین تھا اوس سے ملیے تو کیا کیا نہ کہیئے میر
پر جب ملے تو رہ گئے ناچار دیکھکر

دیکھ اوس کو ہنستے سب کے دم ہی گئے اوکھڑ کر
ٹھہری ہے آرسی بھی دانتون زمین پکڑ کر

وہ سر چڑھا ہے اتنا اپنی فروتنی سے — رکھا ہے ہم نے اوسکو ہر لحظہ پاؤن پڑکر
پانے کے قناعت بھی ہے نام آوری کو لازم — مشہور ہے نگین جو بیٹھا ہے گھر مین گڑکر
دیکھو نہ چشم کم سے معمورۂ جہان کو — بنتا ہے ایک گھر یان سو صورتین بگڑکر

اپنے مزاج مین بھی ہے میر ضد نہایت
پھر مر ہی کے اوٹھین گے بیٹھین گے ہم جو اڑکر

رہنے کا پاس نہین ایک بھی یار آخر کار — ہاتھ سے جائے گا سر رشتۂ کار آخر کار
لوح تربت پہ مری پہلے یہ لکھیو کہ اسے — یار دشمن ہو گیا جان سے مار آخر کار
چشم وا دیکھ کے اس باغ مین کیجو نرگس — آنکھون سے جاتی رہے گی یہ بہار آخر کار

اول کار محبت تو بہت سہل ہے میر
جی سے جاتا ہے دلے صبر و قرار آخر کار

پشت پا ماری بسکہ دنیا پر — زخم پڑ پڑ گیا مرے پا پر
ڈوبے اوچھلے ہے آفتاب ہنوز — کہین دیکھا تھا تجھکو دریا پر
کروے نوش آور شیخ شہر — ابر جھوما ہی جا ہے صحرا پر

میر کیا بات اوس کے ہونٹونکی
جینا دوبھر ہوا مسیحا پر

ہم بھی پھرتے ہین اک حشم لیکر — دستۂ داغ و فوج غم لیکر

میر صاحب بھی چوکے اے بدعہد
ورنہ دینا تھا دل قسم لیکر

آنکھین لگی رہین گی برسون وہین سبھون کی — ہوگا قدم کا تیرے جس جا نشان زمین پر
آنکھین ہین بچھ رہی ہین لوگون کی تیری رہ مین — ٹک دیکھکر قدم رکھ اے کاہ جان زمین پر
آتا نہ تھا فرو سر جن کا کل آسمان سے — ہین ٹھوکرون مین اون کے کاسے استخوان زمین پر

جو کوئی یان سے گزرا کیا آپ سے نہ گزرا
باقی رہا کب اوتنا ہو کر روان زمین پر

پھر بھی اوٹھالی سر پر تم نے زمین سب آکر
کیا کیا ہوا تھا تم سے کچھ آگئے یان زمین پر

کچھ بھی مناسبت ہے یان عجز وان تکبر
وے آسمان پہ ہین مین ناتوان زمین پر

یان خاک سے انھون کی لوگون ڈھگر بنائی
آثار ہین جنھون کے اب تک عیان زمین پر

کیا سر جھکا رہے ہو میر اس غزل کو سنکر
بارے نظر کرو ٹک اے مہربان زمین پر

اک بار تو نے اگر خاطر نہ رکھی میری
ہین جی سے اپنے گزرا سو بار تیری خاطر

مین کیا کہ آہ کافر دین کے اکابرون نے
قشقے لگائے پہنے زنار تیری خاطر

طاقت نہین ہے جان مین کڑہنا تعب ہے اور
بے لطفیان کرو ہو یہ تس پر غضب ہے اور

دل لے چکے دکھا کے رخ خوب کو تبھی
اب منہ چھپا جو بیٹھے یہ حسن طلب ہے اور

کیا بات تیری اے ہمہ عیاری و فریب
آنکھین کہین ہین اور سخن زیر لب ہے اور

مست آنکھ ہین دیکھکے یون مار دیا کر
غمزے ہین بلا اُن کو نہ سنکار دیا کر

آئینہ کی مشہور پریشان نظری ہے
تو سادہ ہے ایسون کو نہ دیدار دیا کر

کیون آنکھون مین سرمہ کا تو دنبالہ رکھی ہے
مت ہاتھ مین ان مستون کے تلوار دیا کر

تناسب پہ اعضا کے اتنا تبختر
بگاڑا اسے تجھے خوبصورت بنا کر

مبارک تمھین میر ہو عشق کرنا
بہت ہم تو پچتائے دل کو لگا کر

تو بھی رباط کہن سے صوفی سیر کو چل ٹک سبزی کی
ابر سیہ قبلہ سے آکر جھوم پڑا میخانون پر

بعد مرے جیسے کو میرے ہاتھون ہاتھ ملک لین گے
سو سو بار لیا ہی مین نے نام اوس کا ان دانون پر

مر رہ سے اوس کی سو بہی اُٹھین گے
یہ جی جا رہا ہے اوسی رہگزر پر

سنا تھا اوسے پاس لیکن نپایا
چلے دور تک ہم گئے اس خبر پر

طرف شاخ گل کی لچک کے نہ دیکھا
نظر میر کی تھی کسو کی کمر پہ

سُنا تم نے جو گزرا سانحہ ہجران میں یاروں پہ
قیامت غم سے ہر ساعت رہی الفت کے ماروں پہ

کیا ہے عشق عالم کش نے کیا ستھرا و لوگوں کا
نکل چل شہر سے باہر نظر کر ٹک مزاروں پہ

تڑپ کر گرم ٹک جوں برق ٹھنڈے ہوتے جاتے ہیں
یساں ابر رحمت رو بہت ہم بیقراروں پہ

بڑی دولت ہے درویشی جو ہو بہرہ قناعت سے
کہ عرصہ تنگ ہے حرص و ہوا سے تاجداروں پہ

باندھے کمر سحر گہ آیا ہے میرے کیں پہ
جو حادثہ فلک سے نازل ہوا زمیں پہ

اقرار میں کہاں ہے انکار کی سی خوبی
ہوتا ہے شوق غالب اُس کی نہیں نہیں پہ

آخر کو ہے خدا بھی تو اسے میاں جہاں میں
بندے کے کام کچھ کیا موقوف ہیں تہیں پہ

گل کیا جسے کہیں کہ گلے کا تو ہار کر
ہم پھینک دیں اسے ترے مُنہ پر نثار کر

مختار روتے ہنستے نہ تجھکو اگر کریں
تو اختیار گریۂ بے اختیار کر

ہوتا نہیں ہے باب اجابت کا وا ہنوز
بسمل پڑی ہے چرخ پہ میری دعا ہنوز

احوال نامہ بر سے مرا سُن کے کہا اوٹھا
جیتا ہے وہ ستم زدہ مہجور کیا ہنوز

یاں میر ہم تو پہنچ[1] گئے مرگ کے قریب
واں دلبروں کو ہے وہی قصد جفا ہنوز

مر گیا میں پہ مرے باقی ہیں آثار ہنوز
تر ہیں سب سر کے لہو سے در و دیوار ہنوز

بارہا چل چکی تلوار تری چال پہ شوخ
تو نہیں چھوڑتا اس طرز کی رفتار ہنوز

منتظر قتل کے وعدہ کا ہوں اپنے یعنی
جیتا مرنے کو رہا ہے یہ گنہگار ہنوز

اُڑ گئے خاک ہو کتنے ہی ترے کوچہ سے
باز آتے نہیں پر تیرے ہوادار ہنوز

[1] پہنچ کا بنکون باندھنا اب متروک ہے۔

مجھکو پوچھا بھی نہ یہ کون ہے غمناک ہنوز
ہو چکی حشر[1] مین پھرتا ہون جگر چاک ہنوز

خاک ہو کر اُڑے ہین یار ہنوز | دل کا بیٹھا نہین غبار ہنوز
نہ جگر مین ہے خون نہ دلین خون | درپئے خون ہے روزگار ہنوز

دست بر دل ہون مدتون سے میر
دل ہے ویسا ہی بیقرار ہنوز

ردیف سین

مر گیا مین ملا نہ یار افسوس | ہائے افسوس صد ہزار افسوس
یون گنواتا ہے دل کوئی مجھکو | یہی آتا ہے بار بار افسوس
خون ہوئی دل ہی مین امید وصال | مر رہے جی کو مار مار افسوس
اک ہی گردش مین اُس کی آنکھون کی | پھر گیا ہم سے روزگار افسوس

ہے پریشان دشت مین کس کا غبارِ ناتوان | گرد کچھہ گستاخ آتی ہے چلی محمل کے پاس

آہ نالے مت کیا کر اس قدر بیتاب ہو
اے ستمکش میر ظالم ہی جگر بھی دل کر پاس

درد مندون سے تمہین دور پھرا کرتی ہو کچھہ | پوچھنے ورنہ سبھی آتے ہین بیمار کے پاس
داغ ہوتا نظر آتا ہے دلون کا آخر | یہ جو اک خال[2] پڑا ہے ترے رخسار کے پاس
نارسائی بھی نوشتہ کی مرے دور کھنچی | اتنی مدت مین نہ پہنچا کوئی خط یار کے پاس

مین تو تلوار تلے اوس کے لیے بیٹھا میر
وہ کھڑا بھی نہ ہوا آکے گنہگار کے پاس

ردیف شین

شب اِس دل گرفتہ کو وا کر بزور مے | بیٹھے تھے تیرہ خانہ مین ہم کتنے ہرزہ کوش
آئی صدا کہ یاد کرو دور رفتہ کو | عبرت بھی ہے ضرور ٹک اے جمع تیز ہوش

[1] حشر اِن کی زبان پر مونث تھا۔ [2] خال پڑنا اب محاورہ مین نہین۔

جمشید جس نے وضع کیا جام کیا ہوا	وے صحبتیں کہاں گئیں کیدھر وی ناو نوش
جز لالہ اوس کے جام سے باقی نہیں نشان	ہے کوکنار اون کی جگہہ اب سبو بدوش

جھومے ہیں بید جائے جوانان میگسار
بالائے خم ہے خشت سر پیر مے فروش

ردیف شین

ادھر آتا بھی وہ سوار اے کاش	اوس کا ہو جاتا دل شکار اے کاش
جان[1] آخر تو جانے والی تھی	اوس پہ کی ہوتے ہیں نثار اے کاش

بے اجل میر اب پڑا مرنا
عشق کرتے نہ اختیار اے کاش

ردیف صاد

مسا شاعری شیوہ ہے شعار اخلاص	دین و مذہب مرا ہے پیار اخلاص

ردیف طا

عشق کی رہ نہ چل خبر ہے شرط	اوّل گام ترک سر ہے شرط

دل کا دینا ہے سہل کیا اے میر
عاشقی کرنے کو جگر ہے شرط

ردیف عین

عشق میں کچھ نہیں دوا سے نفع	کڑھیے کب تک نہ ہو بلا سے نفع

ردیف غین

ہم اور تیری گلی سے سفر دروغ دروغ	کہاں دماغ ہمیں اس قدر دروغ دروغ
تم اور ہم سے محبت تمہیں خلاف خلاف	ہم اور الفت خوب دگر دروغ دروغ
غلط غلط کہ رہیں تم سے ہم تنک[2] غافل	تم اور پوچھو ہماری خبر دروغ دروغ

کسو کے کہنے سے مت بدگمان ہو میر تو
وہ اور اُس کو کسو پر نظر دروغ دروغ

[1] میں اوس پہ جان نثار کی ہوتی زمانہ سابق میں بغیر (نے) کے بھی بولا جاتے تھے اور (لینا) کو ترک کرکے بھی فعل کو مونث ہی رہنے دیتے تھے اس سبب سے گر معلوم ہوتا ہے کہ جان کا لفظ اوس زمانہ میں تذکیر بھی مستعمل تھا میر سوز کی یہ غزل گائی جاتی ہے ع۔ مرا جان جاتا ہے یارو سنبھالو۔ اور خود میر صاحب کے کلام میں بھی بتذکیر آیا ہے۔ [2] تنک کا لفظ ہندوستان کے گاؤں والے اب بھی بولتے ہیں۔

اب نہین سینہ مین میری جائے داغ
سوز دل سے داغ ہے بالائے داغ

وہ نہین اب میر جو چھاتی جلے
کھا گیا سارے جگر کو ہائے داغ

ردیف فا

اے تجھ بغیر لالہ و باغ و بہار حیف
گل سے چمن بھرے ہون نہو تو ہزار حیف

کن نے کیا ہے تم سے گلہ کہ داد دو
ٹک کان ہی رکھا کرو فریاد کی طرف

ہم نے تو پر فشانی نہ جانی کہ ایک بار
پرواز کی چمن سے سو صیاد کی طرف

بڑے دھوم سے ابر آئے گئے
نہ کوئی ہوا چشم تر کی طرف

اندھا دھند روتے ہین آنکھون سے خون
نہین دیکھتے ہم جگر کی طرف

کیا نیچی آنکھون دیکھو ہو تروار کی طرف
دیکھو کنکھیون ہی سے گنہگار کی طرف

وہ محجوب تو راہ گیا ہے اپنی لیکن دیر تلک
آنکھیں اہل نظر کی رہ گئی اسکو قدم کے نشان کی طرف

ہاتھ کسی کا دیکھتے رہیے۔ گا ہے جیسے ہو سکا
اپنی نظر اے میر رہی ہے اکثر دست دعا کی طرف

نظر کیون گئی رو و مو کی طرف
کھنچا جائے ہے دل کسو کی طرف

نہ دیکھو کبھی موتیون کی لڑی
جو دیکھو مری گفتگو کی طرف

اوسے ڈھونڈتے میر کھوئے گئے
کوئی دیکھے اس جستجو کی طرف

ردیف قاف

کیا حقیقت کہون کہ کیا ہے عشق
حق شناسون کا ہان خدا ہے عشق

دل لگا ہو تو جی جہان سے اٹھا
موت کا نام پیار کا ہے عشق

عشق سے جا نہین کوئی خالی
دل سے لے عرش تک بھرا ہی عشق

کوہکن کیا پہاڑ کاٹے گا
پردہ مین زور آزما ہے عشق

کون مقصد کو عشق بن پہنچا
آرزو عشق مدعا ہے عشق

ردیف کاف

میر مرنا پڑے ہے خوبان پر
عشق مت کر کہ بد بلا ہے عشق

خاک ہی مین ملائے رکھتے ہو
ہو کوئی تم سے آشنا کیا خاک

تربتِ میر پہ چلے تم دیر
اتنی مدت مین وان رہا کیا خاک

سو خونچکان لگے ہین لب سے مری زبان تک
جی رہ گیا ہے ظالم اب رحم کر کہان تک

ہونا جہان کا اپنے آنکھون مین ہے نہ ہونا
آتا نظر نہین کچھ جاوے نظر جہان تک

آواز کے ہماری تم حزن پر نہ جاؤ
یہ نالہ حزین تو جاتے ہین آسمان تک

ای واے بدنصیبی سر سے بھی گزرے لیکن
پیشانی تک نہ پہنچی اوس خاکِ آستان تک

مجھے نیند کیسی کہ مانند انجم
کھلی رہتی ہین میری آنکھین سحر تک

دماغ اور دل ہین سراسیمہ دونون
سر زخم شاید کہ پہنچا جگر تک

نہ دے مار ہین چوکھٹ پہ سر کو تو کہیو
رسائی ہوا چاہیے اوسکے در تک

محبت مین جی سے گئے میر آخر
خبر گفتنی ہے یہ ہر بے خبر تک

ہلا تو بھی لب کو کہ عیسی کے دم کی
چلی جائے ہے بات مدت سی اب تک

گئی عمر ساری مجھے عجز کرتے
نہ مانی کوئی اُن نے منت سو اب تک

نہ ہو گر جنون میر جی کو پر اُن کی
طبیعت ہے آشفتہ وحشت سے اب تک

بالین پہ میری آئے گا تو گھر سے جب تلک
کر جاؤن گا سفر ہی مین دنیا سے تب تلک

اتنا دن اور دل سے تپش کر لے کاوشین
یہہ جھمیلہ تمام ہی ہے آج شب تلک

نقاش کیونکہ کھینچ چکا تو شبیہ یار
کھینچون ہون ایک تازہ ہی اوسکا مین اب تلک

آہ کرنے مین دم کو سادھے رہ
کہتے ہین دل سے ہے جگر نزدیک

مر بھی رہ میر شب بہت رویا
ہے مری جان اب سحر نزدیک

گلی تک تیری لایا تھا ہمین شوق
کہان طاقت کہ اب پھر جائین گھر تک

کہان پھر شور شیون جب گیا میر
یہ ہنگامہ ہے اوس ہی نوحہ گر تک

دست و بازو رہے وقت لبمل تک
ہاتھ پہنچا نہ پاے قاتل تک
کعبہ پہنچا تو کیا ہوا ای شیخ
سعی کر ٹک پہنچ کسی دل تک

غافل ہین ایسے سوتے ہین گویا جہانکے لوگ
حالانکہ رفتنی ہین سب اس کاروان کے لوگ
کیا سہل جی سے ہاتھ اٹھا بیٹھتے ہین ہائے
یہ عشق پیشگان ہین الہی کہان کے لوگ

منہ تکتے ہی رہے ہین سدا مجلسون کے بیچ
گویا کہ میر محو ہین میری زبان کے لوگ

کیا چلے جاتے ہین جہان سے لوگ
مگر آے تھے مہان سے لوگ
شہر مین گھر خراب ہے اپنا
آتے ہین یان اب اس نشان سے لوگ
درد دل اون نے کب سنا میرا
لگے رہتے ہین اس کے کان سے لوگ

کس بیگنہ کے خون مین تر اپڑ گیا ہے پاؤن
ہوتا نہین ہے سرخ تو ایسا حنا کا رنگ
رہتا تھا ابتداے محبت مین منہ سفید
اب زرد سب ہوا ہون یہ ہے انتہا کا رنگ
خوبی ہے اس کی حیز تحریر سے برون
کیا اوس کا طور حسن لکھون کیا ادا کا رنگ
پوچھے ہین وجہ گریۂ خونین جو مجھ سے لوگ
کیا دیکھتے نہین ہین سب اوس بیوفا کا رنگ

مقدور تک نہ گزرے میرے خون سے یار میر
غیرون سے کیا گلہ ہے یہ ہے آشنا کا رنگ

اب کے ہزار رنگ گلستان مین آئی گل
پر اوس بغیر اپنے تو جی کو نہ بھائے گل

چلیے بغل مین لے کے گلابی کسی طرف
دامان دل کو کھینچے ہے ساقی ہوائی گل

سویا نہ وہ بدن کی نزاکت سو ساری رات
بستر پہ اوسکی خواب کے کن نے بچھائی گل

مصروف یار چاہیے مرغ چمن سا ہو
دل نذر و دیدہ پیشکش و جان فدائے گل

ہم طرح آشیان کی نہ گلشن مین ڈالتے
معلوم ہوتی آگے جو ہم کو وفائی گل

اللہ رے عندلیب کی آوازِ دل خراش
جی ہی نکل گیا جو کہا اون نے ہائے گل

گلچین سمجھ کے چنیو کہ گلشن مین میر کے
لختِ جگر پڑے ہین نہین برگ ہائے گل

طریقِ عشق مین ہے رہنما دل
پیمبر دل ہے قبلہ دل خدا دل

رکا اتنا خفا اتنا ہوا تھا
کہ آخر خون ہو ہو کر بہا دل

جسے مارا اوسے پھر کر نہ دیکھا
ہمارا طرفہ ظالم سے لگا دل

ہمہ تن مین الم تھا سو نہ جانا
گرہ یہہ درد ہے پہلو مین یا دل

خموشی مجھ کو حیرت سے ہے ورنہ
بھرے ہین لب سے لیکر شکوے تا دل

نہین کم رابعتِ اقبال شہ سے
علم اپنا یہہ دنیا سے اٹھا دل

سبھون سے میر بیگانے سے رہیو
جو ہوتا کچھہ بھی اوس سے آشنا دل

کھنچتا ہے اوس طرف ہی کو بے اختیار دل
دیوانہ دل بلا زدہ دل بیقرار دل

رہتا نہین ہے کوئی گھڑی اب تو یار دل
آزردہ دل ستم زدہ دل بیقرار دل

دشوار ہے ثبات بہت ہجرِ یار مین
یان چاہیے ہے دل سو کہان میری یار دل

سمجھا بھی تو کہ دل کسے کہتے ہین دل ہے کیا
آتا ہے جو زبان پہ تری بار بار دل

آزردہ خاطری کا ہماری نہ کر عجب
اک عمر ہم رہا کیے ہین مار مار دل

ہم سے جو عشق کشتہ جئین تو عجب ہی میر
چھاتی ہے داغ ٹکڑے جگر کے فگار دل

کرتے نہین ہین دوری سے اب اسکی باک ہم
نزدیک اپنے کب کے ہوئے ہین ہلاک ہم
مستی مین ہمکو ہوش نہین نشاتین کا
گلشن مین اینڈتے ہین پسے زیر تاک ہم
جون برق تیرے کوچہ سے ہنستے نہین گئے
مانند ابر جب اوٹھے تب گریہ ناک ہم

نہ پھر رکھین گے تیری رہ مین پا ہم
گئے گزرے ہین آخر ایسے کیا ہم
نہ جانا یہ کہ کہتے ہین کسے پیار
رہین بے لطفیان ہین یان تو باہم
بنے کیا خال و زلف و خط سے دیکھین
ہوئے ہین کتنے یہہ کافر فراہم
مرض ہی عشق کا بیڈول ہے کچھ
بہت کرتے ہین اپنی سی دوا ہم
کب آگے کوئی مرتا تھا کسی پر
جہان مین رکھ گئے رسم وفا ہم

جیتے ہین تو دکھاوینگے دعوای عندلیب
گل بن خزان مین اب کی وہ رہتی جو مر گئے ہم
یہ تیغ ہے یہ طشت ہے یہ ہم ہین کشتنی
کھیلے ہے کون ایسی طرح جان پر کہ ہم
تلوارین تم لگاتے ہو ہم ہینگے[له] دم بخود
دنیا مین یون کرے ہے کوئی درگزر کہ ہم

اب دیکھتے ہین خوب تو وہ بات ہی نہین
کیا کیا وگرنہ کہتے تھے اپنی زبان سے تم
کھل جائینگی پھر آنکھین جو مر جائیگا کوئی
آتے نہین ہو باز مرے امتحان سے تم

اوس بزم خوش کے محرم ناآشنا ہین سارے
کس کو کہون کہ وان تک میری خبر کرو تم
ہے پیچدار ازبس راہ وصال و ہجران
ان دو ہی منزلون مین برسون سفر کرو تم
یہ ظلم ہے تو ہم بھی اس زندگی سے گزرے
سوگند ہے تمہین اب جو درگزر کرو تم

اگر راہ مین اُس کے رکھا ہے گام
گئے گزرے خضر علیہ السلام

کرتے ہین گفتگو سحر اوٹھکر صبا سے ہم
لڑنے لگے ہین ہجر مین اوسکی ہوا سے ہم

له ہے کی جگہہ ہیگا اور ہین کے مقام پر ہینگے اب ترک ہے ۱۲

ہوتا نہ دل کا تا یہ سرانجام عشق مین
چھوٹا نہ اوس کا دیکھنا ہم سے کسو طرح

لگتے ہی جی کے مرگئے ہوتے بلا سے ہم
پایانِ کار مارے گئے اس ادا سے ہم

بخت سیہ کی نقل کرین کس سی چال ہم
جاتی نہین اوٹھائی یہ اب سرگرانیان
وہ تو ہی ہے کہ مرتی ہین سب تیرے طور پہ

مہندی لگی قدم سے ہوئے پائمال ہم
مقدور تک تو اپنے گئے ٹال ٹال ہم
حور و پری کو جان سے کب ہین دوال[لہ] ہم

س کون کہتا ہے مُنہ کو کھولو تم
حکم آبِ روان رکھے ہی حسن
جب میسر ہو بوسہ اوس لب کا
پنجہ مرجان کا پھر دھرا ہی رہے

کاشکے پردہ ہی مین بولو تم
بہتے دریا مین ہاتھ دھو لو تم
چپکے ہی ہو رہو نہ بولو تم
ہاتھ خون مین مرے ڈبو لو تم

رات گزری ہے سب تڑپتے میر
آنکھ ٹک جائے تک تو سو لو تم

موئے جاتے تھے فرطِ الفت سی ہم
س سنا ہی کوئی اون نے پھر روٹھ کر
خدا سے بھی شب کو دعا مانگتے
رکھا جس کو آنکھون مین اک عمر اب

بچے ہین خدا ہی کی قدرت سے ہم
سناتے رہے رات منت سے ہم
نہ اوس کا لیا نام غیرت سے ہم
اوسے دیکھ رہتے ہین حسرت سے ہم

قصر اک تک یہ سر جو نہ پہنچا تو یا نصیب
ہوتا ہے شوق وصل کا انکار سے زیاد
اُڑتی ہے خاک شہر کی گلیون مین اب جہان

مارتے لگے رہتے ترے دامانِ زین سی ہم
کب تجھ سے دل اوٹھاتے ہین تیری نہین سے ہم
سونا لیا ہے گود مین پھر کر وہین سے ہم

جو رہے یون ہین غم کے مارے ہم
مرتے رہتے تھے اوس پہ یون ہی اب

تو ہی آج کل سدھارے ہم
جا لگے گور کے کنارے ہم

لہ دینے کا اسم فاعل دوال ہے اب بھی محاورہ مین ہے ۱۲

دن گزرتا ہے دم شماری مین — شب کو رہتے ہین گنتے تارے ہم
ہے مروت سے اتنی وحشت دور — اُنس رکھتے ہین تمسے پیارے ہم

میر آوے گے آپ مین بھی کبھی
سخت مشتاق ہین تمہارے ہم

وہ محو جمال اپنے ہے پروا نہین اوس کو — خواہان رہو تم اب کہ طلبگار رہو تم
جی جاے کسی کا کہ رہے تم کو قسم ہے — مقدور تلک در پئے آزار رہو تم

ہر ہر سخن پر اب تو کرتے ہو گفتگو تم — اِن بدمزاجیون کو چھوڑوگے بھی کبھو تم
یا ان اچھی آپ آکر گم آپ مین ہوے ہو — پیدا نہین کہ کس کی کرتے ہو جستجو تم
چاہین تو تم کو چاہین دیکھین تو تم کو دیکھین — خواہش دلون کی تم ہو آنکھون کی آرزو تم

شور سے طائر گلزار کے بیزار ہین ہم — دل اُٹھاتا نہین اپنا کہ گرفتار ہین ہم

مشہور ہین عالم مین تو کیا ہین بھی کہین ہم
القصہ نہ در پے ہو ہمارے کہ نہین ہم

یارب اوس محبوب کو پھر اک نظر دیکھین گے ہم — اپنی آنکھون سے اوسی بان جلوہ گر دیکھین گے ہم
مین کہا دیکھو ادھر ٹک تم تو ہین بھی جان دہ ن — ہنسکے بولے یہ تری باتین ہین پر دیکھین گے ہم
راہ تکتے تکتے اپنی آنکھین بھی پتھرا چلین — یہ نہ جانا تھا کہ سختی اس قدر دیکھین گے ہم

تجا ہے حیرت عشق سے گفتگو کو ہم — خموش دیکھتے رہتے ہین اوسکے رو کو ہم

مرید پیر خرابات یون نہ ہوتے میر
سمجھتے عارف اگر اور بھی کسو کو ہم

خواہ نماز خضوع سے ہووے خواہ نیاز اک سوئی دل — وقت رہا ہے بہت کم اب تو یار سے کچھ کر جاوین ہم
خاک برابر عاشق ہین اِس کوچہ مین ناچاری سے — گمرہ ہون خانہ خرابون کے تو اپنے بھی گھر جاوین ہم

میر اپنی سب عمر گئی ہے سب کی بُرائی ہی کرتے

سر پہ آیا جانیکا موسم اب تو بھلا کر جاوین ہم

کہاں سنتے تو کاہیکو کسی سے دل لگاتے تم
نہ جاتے اوس طرف تو ہاتھ سے اپنے نہ جاتے تم

شکیبائی کہاں جو اب رہی جاتی ہوئی عزت
کدھر وہ ناز جس سے سر فرو ہرگز نہ لاتے تم

یہ حسن خلق تم مین عشق سے پیدا ہوا ورنہ
گھڑی کو روٹھے کو دو دو پہر تک کب مناتے تم

نظر در دیدہ کرتے ہو جھکی رکھتے ہو پلکون کو
لگین ہوتین نہ آنکھین تو نہ آنکھون کو چھپاتے تم

یہ ساری خوبیان دل لگنے کی ہین مت برا مانو
کسو کا بار منت بے علاقہ کب اٹھاتے تم

پھرا کرتے تھے جب مغرور اپنے حسن پر آتے
کسو سے دل لگا جو پوچھتے ہو آتے جاتے تم

کیا کرین بیکس ہین ہم بے بس ہین ہم بے گھر ہین ہم
کیونکر اڑ کر پہونچین اس تک طائر بے پر ہین ہم

سو طرف لے جاتی ہے ہم کو پریشان خاطری
یاں کسے ڈھونڈو ہو تم کیا جانیے کیدھر ہین ہم

تظلم کہ کھینچے الم پر الم
ترحم کہ مت کر ستم پر ستم

جو سو سر سے ہو آؤ مانون نہین
عبث کھاتے ہو تم قسم پر قسم

کئی بار آیا ادھر لطف سے
عطا پر عطا ہے کرم پر کرم

خطرناک تھی وادی عشق میر
گئے اس پہ بھی ہم قدم پر قدم

اس نازکی سے گزرے کس کو خیال ہے شب
مرجھائے پھول سے ہو جو کچھ ملے ولے تم

قربانی اوس کی ٹھہری پر یہ طرح نہ چھوڑی
تکتے ہو میر اودھر تلوار کے تلے تم

بے کلی بے خودی کچھ آج نہین
ایک مدت سے وہ مزاج نہین

درد اگر یہ ہے تو مجھے بس ہے
اب دوا کی کچھ احتیاج نہین

ہم نے اپنی سی کی بہت لیکن
مرض عشق کا علاج نہین

شہر خوبی کو خوب دیکھا میر
جنس دل کا کہین رواج نہین

اس طرح دل گیا کہ اب تک ہم ‎ ‎ بیٹھے روتے ہین ہاتھ ملتے ہین
دم آخر ہے بیٹھ جا مت جا ‎ ‎ صبر کر ٹک کہ ہم بھی چلتے ہین
تیرے بیخود جو ہین سو کیا چیتین ‎ ‎ ایسے ڈوبے کہین اُچھلتے ہین
نظر اوٹھتی نہین کہ جب خوبان ‎ ‎ سوتے سے اوٹھ کے آنکھ ملتے ہین

میر صاحب کو دیکھئے جو بنے
اب بہت گھر سے کم نکلتے ہین

عیش و خوشی ہی شیب مین ہو گو پہ وہ کہان ‎ ‎ لذت جو ہے جوانی کے رنج و عتاب مین
دین عمر خضر موسم پیری مین تو نہ لے ‎ ‎ مرنا ہی اس سے خوب ہے عہد شباب مین

نہ گیا خیال زلف سیہ جفا شعاران
نہ ہوا کہ صبح ہووے شب تیرہ روزگاران

متصل روتے ہی رہیئے تو بجھے آتش دل ‎ ‎ ایک دو آنسو تو اور آگ لگا جاتے ہین
وقت خوش اون کا جو ہم بزم ہین تیرے ہم تو ‎ ‎ در و دیوار کو احوال سُنا جاتے ہین

آنکھین جو کھل رہی ہین مرنیکے بعد میری ‎ ‎ حسرت یہ تھی کہ اوس کو مین اک نگاہ دیکھون
چشم و دل و جگر یہ سارے ہوئے پریشان ‎ ‎ کس کس کی تیرے غم مین حالت تباہ دیکھون
آنکھین تو تونے دی ہین ای جرم بخش عالم ‎ ‎ کیا تیری رحمت آگے اپنے گناہ دیکھون

تربت سے عاشقون کے نہ اوٹھا کبھو غبار ‎ ‎ جی سے گئے وَلے نہ گئین رازداریان
اب کس کس اپنی خواہش مردہ کو روئیے ‎ ‎ تھین ہم کو اوس سے سیکڑون امیدواریان

قطعہ

مین یہ کہتا تھا کہ دل جن نے لیا کون ہے وہ ‎ ‎ یک بیک بول اوٹھا اسطرف آ مین ہی ہون
جب کہا مین سنکے تو ہی ہے تو پھر کہنے لگا ‎ ‎ کیا کرے گا تو مرا دیکھون تو جا مین ہی ہون

میر آوارۂ عالم جو سنا ہے تو نے
خاک آلودہ وہ اے بادِ صبا ہین ہی ہون

جن کے لیے اپنے تو یون جان نکلتے ہین
اس راہ مین وہ جیسے انجان نکلتے ہین

خال و خط ایسے فتنے نگاہین یہ آفتین
کچھ اک بلا وہ زلف پریشان ہی نہین
دیکھی ہو جس نے صورتِ دلکش وہ ایک آن
پھر صبر اوس سے ہو سکے امکان ہی نہین

کیا تجھکو بھی جنون تھا کہ جامہ ہی تیری میر
سب کچھ بچا ہے ایک گریبان ہی نہین

دن نہین رات نہین صبح نہین شام نہین
وقت ملنے کا مگر داخلِ ایام نہین
نکلے ہے جنسِ حسن کسی کاروان مین
یہ وہ نہین متاع کہ ہو ہر دکان مین

پھاڑا ہزار جا سے گریبان صبر میر
کیا کہہ گئی نسیم سحر گل کے کان مین

زبان رکھہ غنچہ سان اپنے دہن مین
بندھی مٹھی چلا جا اس چمن مین
نہ کھول اے یار میرا گور مین منہ
کہ حسرت ہے مری جاگہ کفن مین
رکھا کر ہاتھہ دل پر آہ کرتے
نہین رہتا چراغ ایسی پون[1] مین
خردمندی ہوئی زنجیر ورنہ
گزرتی خوب تھی دیوانہ پن مین

تو گلی مین اوس کی جا آ و لے ای صبا نہ چنیدان
کہ گڑے ہوئے پھر اکھڑین دلِ چاک دردمندان

ہم آپ ہی کو اپنا مقصود جانتے ہین
اپنے سوائے کس کو موجود جانتے ہین
عجز و نیاز اپنا اپنی طرف ہے سارا
اس مشتِ خاک کو ہم مسجود جانتے ہین
صورت پذیر ہم بن ہرگز نہین وہ معنی
اہلِ نظر ہمین کو معبود جانتے ہین

[1] پون ہوا کو کہتے ہین ۱۲

عشق[1] اون کی عقل کو ہی جو ہا سوا ہمارے
ناچیز جانتے ہین نابود جانتے ہین

اپنی ہی سیر کرنے ہم جلوہ گر ہوئے تھے
اس رمز کو ولیکن معدود جانتے ہین

مر کر بھی ہاتھ آوے تو میر مفت ہے وہ
جی کی زیان کو بھی ہم سود جانتے ہین

سن گوش دل سے اب تو سمجھ بے خبر کہین
مذکور ہو چکا ہے مرا حال ہر کہین

عاشق ترے ہوئے تو ستم کچھ نہ ہو گیا
مرنا پڑا ہے ہمکو خدا سے تو ڈر کہین

بیٹھے اگر چہ نقش ترا تو بھی دل اوٹھا
کرتا ہے جائے باش کوئی رہ گزر کہین

پہونچے نہین کہین کہ نہین وان سے اُٹھ چلے
القصہ ایک عمر سے ہم بیٹھے گئے راہ مین

بخت سیہ تو دیکھو کہ ہم خاک مین ملین
سُرمے کی جائے ہو تری چشم سیاہ مین

بیٹھے تھے میر یار کے دیدار کو سو ہم
اپنا یہ حال کر کے اُٹھے اک نگاہ مین

کیا جو عرض کہ دل سا شکار لایا ہون
کہا کہ ایسے تو مین مفت مار لایا ہون

کہے تو نخل صنوبر ہون اس چمن مین مین
کہ سر سے پاؤن تلک دل ہی بار لایا ہون

نہ تنگ کر اسے اے فکر روزگار کہ مین
دل اوس ستم کے لیے مستعار لایا ہون

چلا نہ اوٹھکے وہین چپکے چپکے پھر تو میر
ابھی تو اُس کی گلی سے پکار لایا ہون

جہان اب خارزارین ہو گئی ہین
یہین آگے بہارین ہو گئی ہین

جفائین دیکھ لیان بیوفائیان دیکھین
بھلا ہوا کہ تری سب برائیان دیکھین

ہمیشہ مائل آئینہ ہی تجھے پایا
جو دیکھین ہمنے بھی تو خود نمائیان دیکھین

بنی نہ اپنی تو اوس جنگجو سے ہرگز میر

[1] عشق بمعنی سلام ہے۔

لڑائین جب سے ہم آنکھین لڑائیان دیکھین

صدقے ہولیوین ایک دم تیرے
پھر تو تجھ پر نثار ہوتے ہین

ہفت اقلیم ہر گلی ہے کہین
دلی سے بھی دیار ہوتے ہین

خاکِ آدم ہی ہے تمام زمین
پاؤن کو ہم سنبھال رکھتے ہین

یہ جو سر کھینچے تو قیامت ہے
دل کو ہم پائمال رکھتے ہین

صبر و طاقت کو کڑھون یا خوش دلی کا غم کرون
اس مین حیران ہون بہت کس کس کا مین ماتم کرون

سو ہم حیرت ہے دل بھر کر تو رونا مل چکا
اتنے ہی آنسو بہم پہنچین کہ مژگان نم کرون

ریزۂ الماس پاشتِ نمک ہے کیا بُرا
جو مین اپنے ایسے زخم سینہ کو مرہم کرون

گرچہ کس گنتی مین ہون پر ایکدم مجھ تک تو آ
یا اِدھر ہون یا اُدھر کب تک شمارِ دم کرون

بس بہت رسوا ہوا مین اب نہین مقدور کچھ
وہ طرح ڈھونڈھون ہون جس مین ربط بھی کم کرون

گو دہان اوٹھنے لگا دل کو مری پر پیچ و تاب
میر اس پر قطع ربط و لف خم در خم کرون

کیا مین سینے رو کر نثارِ گریبان
رگِ ابر تھا تار تارِ گریبان

نشان اشکِ خونین کے اڑ چلے ہین
خزان ہو چلی ہے بہارِ گریبان

جنون تیری منت ہے جیسے کہ تو نے
نہ رکھا مرے سر پہ بارِ گریبان

بارہا وعدون کی راتین آئیان
طالعون نے صبح کر دکھلائیان

ایک بھی چشمک نہ اوس مہ کی سہی کی
آنکھین تارون نے بہت جھپکائیان

بوسہ لینے کا کیا جس دم سوال
اُن نے باتین ہی ہمین بتلائیان

مضطرب ہو کر کیا سب مین سے پاس
دل نے آخر خفتین دلوائیان

پاس مجھکو بھی نہین ہے میر اب
دور پہنچی ہین مری رسوائیان

دیکھین تو تیری کب تک یہ کج ادائیان ہین
اب ہم نے بھی کسو سے آنکھین لڑائیان ہین

ٹک سن کہ سو برس کی ناموس خامشی کھو
دو چار دل کی باتین اب منہ پر آئیان ہین

ہم وہ ہین خون گرفتہ ظالم جنھون نی تیرے
ابرو کی جنبش اوپر تلوارین کھائیان ہین

آئینہ ہو کے صورت معنی سے ہے لبالب
راز نہان حق ہین کیا خود نمائیان ہین

لایا ہے مرا شوق مجھے پردہ سے باہر
ہین ورنہ وہی خلوتی راز نہان ہون

تکلیف نہ کر آہ مجھے جنبش لب کی
ہین صد سخن آغشتہ بخون زیر زبان ہون

ہون زرد غم تازہ نہالان چمن سے
اس باغ خزان دیدہ مین مین برگ خزان ہون

رکھتی ہے مجھے خواہش دل بسکہ پریشان
درپے نہ ہو اس وقت خدا جانے کہان ہون

اک وہم نہین بیش مری ہستی موہوم
اس پر بھی تری خاطر نازک پہ گران ہون

اگر جان آنکھون مین اوس بن ہی پر ہم
ابھی اور بھی کوئی دم دیکھتے ہین

وفا پیشگی قیس تک تھی بھی کچھ کچھ
اب اوس طور کے لوگ کم دیکھتے ہین

خاک مین لوٹتے تھے کل تجھ بن
آج لوہو مین ہم نہاتے ہین

ای عدم ہونے والو تم تو چلو
ہم بھی اب کوئی دم کو آتے ہین

دیدہ و دل شتاب گم ہون میر
سر پہ آفت ہمیشہ لاتے ہین

آتا ہے دل مین حال بد اپنا بھلا کہون
پھر آپ ہی آپ سوچ کے کہتا ہون کیا کہون

جب درد دل کا کہنا مین دل مین ٹھانتا ہون
کہتا ہے بن سنے ہی مین خوب جانتا ہون

بوئی گل اور رنگ گل دونون ہین دلکش ای نسیم
لیک بقدر یک نگاہ دیکھیے تو وفا نہین

شکوہ کرون ہون بخت کا اتنے غضب نہ ہو بتان
مجھکو خدانخواستہ تم سے تو کچھ گلا نہین

چشم سفید و اشک سرخ آہ دل حزین ہے یان
شیشہ نہین ہے مے نہین ابر نہین ہوا نہین

ایک نقط بے سادگی تس پہ بلائے جان ہے تو
عشوہ کرشمہ کچھ نہین آن نہین ادا نہین

نازبتان اوٹھا چکا دیر کو میر ترک کر
کعبہ مین جاکے بیٹھ میان تیرے مگر خدا نہین

بزم مین جو ترا ظہور نہین — شمع روشن کے منہ پہ نور نہین
کتنی باتین بنا کے لاؤن ایک — یاد رہتی ترے حضور نہین

عام ہے یار کی تجلی میر
خاص موسیٰ و کوہ طور نہین

شیخ عزلت تو تہ خاک بھی پہنچیگی بہم — مفت ہے سیر کہ پھر عالم ایجاد نہین
داد لے چھوڑون مین صیاد سے اپنی لیکن — ضعف سے میرے تئین طاقت فریاد نہین

آجاتے ہین ہم نظر جو کوئی دم بہت ہے یان — مہلت ہمین بسان شرر کم بہت ہے یان
ایک لحظہ سینہ کوبی سے فرصت ہمین نہین — یعنے کہ دل کے جانے کا ماتم بہت ہے یان

خوش نہ آئی تمھاری چال ہمین — یون نہ کرنا تھا پائمال ہمین

موئے سہتے سہتے جفاکاریان — کوئی ہم سے سیکھے وفاداریان
فرشتہ جہان کام کرتا نہ تھا — مری آہ نے برچھیان ماریان

آرزوئین ہزار رکھتے ہین — تو بھی ہم دل کو مار رکھتے ہین
نہ نگہ نے پیام نے وعدہ — نام کو ہم بھی یار رکھتے ہین
ہم سے خوش زمزمہ کہان یون تو — لب و لہجہ ہزار رکھتے ہین
پھر بھی کرتے ہین میر صاحب عشق — ہین جوان اختیار رکھتے ہین

مدعی مجھکو کھڑے صاف برا کہتے ہین — چپکے تم سنتے ہو بیٹھے اسے کیا کہتے ہین

کیا کیا جہان اثر تھا سو اب وان عیان نہین — جن کے نشان تھے فیلون پہ ان کا نشان نہین
اپنا ہی ہاتھ سر پہ رہا اپنے یان سدا — مشفق کوئی نہین ہے کوئی مہربان نہین

اس عہد کو نہ جانیے اگلا سا عہد میر

وہ دور اب نہین وہ زمین آسمان نہین

اُٹھاتے ہاتھ کیون نومید ہو کر
اگر پاتے اثر کچھہ ہم دعا مین
کہے ہے ہر کوئی اللہ میرا
عجب نسبت ہے بندہ مین خدا مین

دم بدم اس ڈھب سے رونا دیر کر آیا ہمین
کیا لہو اپنا پیا تب یہ ہنر آیا ہمین
گرچہ عالم جلوہ گاہِ یار یون بھی تھا ولے
آنکھین جون موندین عجب عالم نظر آیا ہمین

بردباری ہی مین کچھہ قدر ہے گو جی ہو فنا
عود پھر لکڑی ہے ڈوبے نہ اگر پانی مین
محو کر آپ کو یون ہستی مین اوس کی جیسے
بوند پانی کی نہین آتی نظر پانی مین
ہیئت آنکھون کی نہین وہ رہی روتے روتے
اب تو گرداب سی آتی ہین نظر پانی مین

عشق مین جی کو صبر و تاب کہان
اس سے آنکھین لگین تو خواب کہان
ہستی اپنی ہے بیچ مین پردہ
ہم نہ ہووین تو پھر حجاب کہان
گریۂ شب سے سرخ ہین آنکھین
مجھہ بلانوش کو شراب کہان
عشق کا گھر ہے میر سے آباد
ایسے پھر خانمان خراب کہان

یارو مجھے معاف رکھو مین نشے مین ہون
اب دو تو جام خالی ہی دو مین نشے مین ہون
مستی مین ور ہی ہے مری گفتگو کے بیچ
جو چاہو تم بھی مجھکو کہو مین نشے مین ہون
یا ہاتھون ہاتھ لو مجھے مانند جام مے
یا تھوڑی دور ساتھ چلو مین نشے مین ہون
معذور ہون جو پاؤن مرا بےطرح پڑے
تم سرگران تو مجھہ سے نہ ہو مین نشے مین ہون
بھاگی نمازِ جمعہ تو جاتی نہین ہے کچھہ
چلتا ہون مین بھی ٹک تو رہو مین نشے مین ہون

کاشکے دل دو تو ہوتے عشق مین
ایک رہتا ایک کھوتے عشق مین

کرتے ہین جو کہ جی مین ٹھانے ہین
خوبرو کس کی بات مانے ہین

مین تو خوبان کو جانتا ہی ہون / پر مجھے یہ بھی خوب جانے ہین
جا ہین اوسکی گلی مین گر رہنا / ضعف و بے طاقتی بہانے ہین
پوچھ اہل طرب سے شوق اپنا / وے ہی جانین جو خاک چھانے ہین

دوستی کس سے ہوئی آنکھ کہان جا کے لڑی / دشمنی آئی جسے دیکھتے ہین یارون مین
ہاے کے رستے ہاتھ جہان جا چوٹ پڑی دو ہی کیا / الغرض ایک ہے وہ شوخ ستمگارون مین
مشفقو ہاتھ مرے باندھو کہ اب کے ہر دم / جا اولجھتے ہین گریبان کے دو تارون مین

اضطراب و قلق و ضعف مین گر میری
زندگی ہو چکی تو اپنی ان آزارون مین

کوئی ہمسا بھی اپنی جان کا دشمن کہین ہوگا / بھری مجلس مین بیٹھے عشق کے اقرار کرتے ہین
چھپا لیتا ہے مجھ سے چاند سا منہ وہ خدا جانے / سخن ساز اوس کنے جا جا کے کیا اظہار کرتے ہین

بلا آفت ہے کچھ دل پر کا ایسا رنگ ہوا اوس کا
کسو بے مہر کے تئین میر شاید پیار کرتے ہین

کرتا نہین قصور ہمارے ہلاک مین / یارب یہ آسمان بھی ملجاے خاک مین
اب کے جنون مین فاصلہ شاید نہ کچھ رہے / دامن کے چاک اور گریبان کے چاک مین

گر کوئی اعمی کہے مجھکو کہان وہ تو کہان / لے گئے پیش فلک اس مہ کا ایسا رو کہان
گل کو کیا نسبت ہے تجھ سے مین نہ مانون زینہار / رنگ آ گیا الغرض تیرا سا ہوا یہ بو کہان
دیکھیان کھچیان کمانون کی بھی خم محراب کے / پر دلون کو کھینچتے ہین جیسے وہ ابرو کہان
سنبل آ بہی آپ پیچ و تاب یون کھایا کرے / یار کی سی زلف کے وے حلقہ حلقہ مو کہان

میر سچ کہتا تھا جنت ہو نصیب اوس کے تئین
حور کا چہرہ کہان اوس کا رخ نیکو کہان

کھچتا چلا ہے اب تو تصدیع کو تصور / ہر لحظہ اوس کے جلوے پیش نظر رہے ہین

نئے غم ہی ہمکو یہان کاٹے فکر کچھ ہو وہان کا
صدقے جنون کے کیا ہم بدر در بدر رہے ہین

کیا یہ سرائے فانی ہو جائے باغ اپنی
ہم یہان مسافرانہ آکر اگر رہے ہین

اس میکدہ مین جس جا ہشیار چاہیئے تھے
رحمت ہے ہم کو ہم بھی کیا بے خبر رہے ہین

رہتی ہین یون حواس پریشان کہ جون کہین
دو دن آکے لوٹے مسافر اُتر رہین

ہمنے بھی نذر کی ہے کہ پھر یہ چمن گرگرد
یارب قفس کے پھوٹنے تک بال و پر رہین

ان دلبرون کی آنکھ نہین ہمارے اعتماد
جب تک رہین یہ چاہیئے پیش نظر رہین

فردا کا فکر آج نہین مقتضائے عقل
کل کی بھی دیکھ لیوینگے کل ہم اگر رہین

تیغ و تبر رکھا نہ کرو پاس میر کے
ایسا نہ ہو کہ آپ کو ضائع وے کر رہین

اتفاق ایسا ہے کڑھتے ہی سدا رہتے ہین
ایک عالم مین ہین ہم وے پہ جدا رہتے ہین

یاد ہین اوس کی قد و قامت دلکش کہ میر
اپنے سر ایک قیامت نئی لا رہتے ہین

باغ کو سبز ہوا اب سر گلزار کہان
دل کہان وقت کہان عمر کہان یار کہان

تم تو اب آنے کو پھر کہہ چلے ہو کل لیکن
بیکل ایسا ہی رہا شب تو یہ بیمار کہان

دل کی خواہش ہو کسی کو تو کبھی دل کی نہین
اب بھی یہ جنس بہت ہے پہ خریدار کہان

دم نزدن مصلحت وقت نہین اے ہمدم
جی ہین کیا کیا ہے مرے پر لب اظہار کہان

شیخ کے آنے ہی کی دیر ہے میخانہ مین پھر
سبحہ سجادہ کہان جبہ و دستار کہان

ہم سے ناکس تو بہت پھرتے ہین جی دیتے وے
زخم تیغ اُس کے اُٹھانے کا سزاوار کہان

ڈوبا لوہو مین پڑا تھا لگی ہے کر میر
یہ نہ جانا کہ لگی ظلم کی تلوار کہان

اے مجھ سے تجھکو سو ملے تجھ سا نیا یا ایک مین
سو سو کہین تونے مجھے منہ پر نہ لایا ایک مین

عالم کی ہین سنے سیر کی مجھ کو جو خوش آیا سو تو
سب سے رہا محظوظ تو تجھکو نہ بھایا ایک مین

یہ جوشِ غم ہوتے بھی ہین یون ابرِ تر روتا بھی ہین
چشمِ جہان آشوب سے دریا بہایا ایک مین

تھا سب کو دعویٰ عشق کا لیکن نہ ٹھہرا کوئی بھی
دانستہ اپنی جان سے دل کو اٹھایا ایک مین

اگرچہ اب کے ہم ای ابرِ خشک مژگان ہین
یہ جوشش دل مین کبھو آگیا تو طوفان ہین

صنم پرستی مین ای راہبان نہ کی تقصیر
تم اہل صومعہ سے پوچھو وے مسلمان ہین

چمن مین جاکے بھرو تم گلون سی جیب و کنار
ہم اپنے دل ہی کے ٹکڑون سی گل بدامان ہین

رہے ہین دیکھ جو تصویر سے ترے منہ کو
ہماری آنکھ سے ظاہر ہے یہ کہ حیران ہین

رہا ہے کون سا پردہ ترے ستم کا شوخ
کہ زخمِ سینہ ہمارے سبھی نمایان ہین

جو ابرِ دشت مین برسے تو ہم اوڑا دین خاک
وہ میر آپ ہے ہم یان کے میر سامان ہین

جور کیا کیا جفائین کیا کیا ہین
عاشقی مین بلائین کیا کیا ہین

خوبرو ہی نہین فقط وہ شوخ
حسن کیا کیا ادائین کیا کیا ہین

فکر تعمیرِ دل کسو کو نہین
ایسی ویسی بنائین کیا کیا ہین

گہ نسیم صبا ہے گاہ سموم
اس چمن مین ہوائین کیا کیا ہین

شور ہے ترک شیخ کا لیکن
چھپکے چھپکے دعائین کیا کیا ہین

فراق آنکھ لگنے کی جا ہی نہین
پلک سے پلک آشنا ہی نہین

وہ کیا کچھ نہین حسن کے شہر بین
نہین ہے تو رسم وفا ہی نہین

نہین دیر اگر میر کعبہ تو ہے
ہمارے کوئی کیا خدا ہی نہین

تھا واجب الرحم مظلومِ عشق تھا مین
اس کشتۂ ستم کو تم سے بہت گلے ہین

ہین جی سنبھالتا ہون وہ ہنسکے ٹالتا ہے
یان مشکلین ہین ایسی وان بے بساط ہین

اندیشہ زاد رہ کا رکھیے تو ہے مناسب / چلنے کو یان سے اکثر تیار قافلے ہین

جنون نے تماشا بنایا ہمین / رہا دیکھ اپنا پرایا ہمین

محبت نے کھویا کھپایا ہمین / بہت اُن نے ڈھونڈھا نہ پایا ہمین

پھرا کرتے ہین دھوپ مین جلتے ہم / ہوا ہے کہے تو کہ سایا ہمین

بٹھا اوس کی خاطر مین نقش وفا / نہین تو اٹھا لے خدایا ہمین

جوانی دوانی سُنا کیا نہین / حسینون کا ملنا ہی بھایا ہمین

ہمنے یہ مانا کہ واعظ ہے ملک / آدمی ہونا بہت مشکل ہے میان

مرنے کے پیچھے تو راحت سچ ہو لیک / بیچ مین یہ واقعہ حائل ہے میان

دل کی پامالی ستم ہے قہر ہے / کوئی یون ملتا ہے آخر دل ہے میان

چاہیے پیش از زمانہ آنکھین کھلین / حیف اوس کا وقت جو غافل ہو میان

دل لگی اتنی جہان مین کس لیے / رہگذر ہے یہ تو کیا منزل ہے میان

بے تہی دریاے ہستی کی نہ پوچھ / یان سے وان تک سو جگہ ساحل ہو میان

چشم حق بین سے کرو تم ٹک نظر / دیکھتے جو کچھ ہو سب باطل ہے میان

کیا دل مجروح و حسن دون کا گلہ / ایک تیغا ہین دوسرے گھائل ہو میان

مستعدون پر سخن ہے آج کل / شعر اپنا فن سو کس قابل ہے میان

کی زیارت میر کی ہمنے بھی کل
لاابالی سا ہے پر کامل ہے میان

گوہر گوش کسو کا نہین جی سے جاتا / آنسو موتی سے مرے منہ پہ ڈھلے جاتے ہین

یہ نہین مسدود ہے کچھ راہ وفا ورنہ ہم / سب کہین نامہ و پیغام چلے جاتے ہین

حیرت عشق مین تصویر سے رفتہ ہی رہے / آپ سے جاتے ہین ہم بھی تو چلے جاتے ہین

گو رہین ہین اوس کی طرف جانے کو ہم لیکن میر / ہر قدم ضعف محبت سے ڈھلے جاتے ہین

کچھ تمہین ملنے سے بیزار ہو میرے ورنہ / دوستی ننگ نہین عیب نہین عار نہین

ناز و انداز و ادا عشوہ و اغماض و حیا / آب و گل مین ترے سب کچھ ہی مگر پیار نہین

صورت آئینہ مین ٹک دیکھ تو کیا صورت ہے / بد زبانی تجھے اس مُنہ پہ سزاوار نہین

دل کے اُلجھاؤ کو کیا تجھ سے کہون اے ناصح / تو کسو زلف کے پھندے سے مین گرفتار نہین

بھرے رہتے ہین سارے پھول ہی جس کے گریبان مین / وہ کیا جانے کہ ٹکڑے ہین جگر کے میرے دامان مین

ستم کے تیر اوس کے میرے سینہ مین بہت ٹوٹے / کیا جاتا ہے مشکل فرق اب دل اور پیکان مین

جب دور گیا قافلہ تب چشم ہوئی باز / کیا پوچھتے ہو دیر خبردار ہوا مین

اب پست و بلند ایک ہے جون نقش قدم یان / پامال ہوا خوب تو ہموار ہوا مین

کب ناز سے شمشیر ستم اُن نے نہ کھینچی / کب ذوق سے مرنے کو نہ تیار ہوا مین

بازارِ وفا مین سرِ سودا تھا سبھون کو / پر ہیچ کے جی ایک خریدار ہوا مین

اُٹھا جب تک نہین کرتا ہون تب تک خیر ہے ورنہ / بلا ہون فتنہ ہون آشوب ہون آفت ہون طوفان ہون

بحال سگ پھر اکب تک کرون یون اوس کے کوچہ مین / خجالت کھینچتا ہون میر آخر مین بھی انسان ہون

تن مین جب تک ہے جان تکلف ہے / ہم مین اس مین ابھی حجاب ہے یان

چشم وا یان کی چشم بسمل ہے / جاگنا یہ نہین ہے خواب ہے یان

چاہیئے وہ کہے سو لکھ رکھین / ہر سخن میر کا کتاب ہے یان

کرے گا کون قیامت کو ریسمان باری / دل و دماغ گزار صراط مجھکو نہین۔

ہوا ہون فرط اذیت سے مین تو سن امیر
تمیز رنج و خیال نشاط مجھکو نہین

جائے ہے جی نجات کے غم مین
ایسی جنت گئی جہنم مین

جس کا خوبان خیال[۱] لیتے ہین
دل کلیجا نکال لیتے ہین

دیکھ اسے ہو فلک سے بھی لغزش
ہم تو دل کو سنبھال لیتے ہین

دلبران نقد دل کو عاشق کے
جان کر اپنا مال لیتے ہین

حسن کیا جنس ہے جی اوس پہ لگا بیٹھے ہین
غزلتی شہر کے بازار مین آ بیٹھے ہین

ساری رات آنکھون کے آگے وہ مری رہتا ہے
گو کہ وے چاند سے مکھڑے کو چھپا بیٹھے ہین

کیا کہون آئے کھڑے گھر سے تو اک شوخی سے
پاؤن کے نیچے مرے ہاتھ دبا بیٹھے ہین

قافلہ قافلہ جاتے ہین چلے کیا کیا لوگ
میر غفلت زدہ حیران سے کیا بیٹھے ہین

کیسی وفا و الفت کھاتے عبث ہو قسمین
مدت ہوئی اٹھا دین تم نے یہ ساری رسمین

روتے ہین نالہ کش ہین یا رات دن جلے ہین
ہجران مین اوس کے ہمکو بہتیرے مشغلے ہین

مرنا ہے خاک ہونا ہو خاک اڑتے پھرنا
اس راہ مین ابھی تو در پیش مرحلے ہین

پست و بلند دیکھین کیا میر پیش آئے
اس وحشت سے ہم اب تو سیلاب سے چلے ہین

بلا ہنگامہ تھا کل اوس کے در پہ
قیامت گم ہوئی اس شور و شر مین

بگولے کی روش وحشت زدہ ہم
رہے پیچیدہ دامن اس سفر مین

لچکنے ہی نے ہم کو مار رکھا
کٹاری تو نہ تھی اوس کی کمر مین

ہمین بے نیازی نے بٹھلا دیا
کہان اتنی طاقت کہ مشت اٹھائین

۱؎ خیال لینا اب محاورہ نہین ہے ۱۲

اب کے ماہِ رمضان دیکھا تھا پیمانے مین — بارے سب روزے تو گزرے مجھے میخانے مین
جیسے بجلی کے چمکنے سے کسو کی سدھ جائے — بیخودی آئی اچانک ترے آجانے مین
حق جو چاہے تو بند ہی مٹھی چلا جاؤن میر — مصلحت دیکھی نہ مین ہاتھ کے پھیلانے مین

مین نالہ کش تھا صبح کو یادِ حبیب مین
سوراخ پڑ گئے جگرِ عندلیب مین

کہنا نہ کچھ کبھو کھڑے حسرت سے دیکھنا — ہم کشتنی ہین واقعی گر بے گناہ ہین
آنکھین ہماری پاؤن تلے کیون نہ دو ملے — ہم بھی تو میر کشتۂ طرزِ نگاہ ہین

مجھکو دماغِ وصفِ گل و یاسمن نہین — مین جون نسیم بادفروشِ[سلہ] چمن نہین
ہم کو خرام ناز سے مست خاک مین ملا — دل سے ہے جن کو راہ یہ اُن کا چلن نہین

کل جا کے ہم نے میر کے ہان یہ سنا جواب
مدت ہوئی کہ یان تو وہ غربت وطن نہین

جگر کا لوہو جو پانی ہو بہ نکلتا تھا — سو ہو چکا کہ مری چشم اب پُر آب نہین
جہان کے باغ کا یہ عیش ہو کہ گل کا رنگ — ہمارے جام مین لوہو ہے سب شراب نہین
تلاش میر کی اب میکدون مین کاش کرین — کہ مسجدون مین تو وہ خانمان خراب نہین

ہم کو کہنے کے تئین بزم مین جا دیتے ہین — بیٹھنے پاتے نہین ہم کہ اُٹھا دیتے ہین
دیر رہتا ہے ہما لاش پہ ہم کشتون کے — استخوان اُن کے جلے کچھ تو مزا دیتے ہین
اس شہ حسن کا اقبال کہ ظالم کے تئین — ہر طرف سیکڑون درویش دعا دیتے ہین

جی مارا بیتابیِ دل نے اب کچھ اچھا ڈھنگ نہین
رنگ تپیدن کی شوخی سے منہ پر میرے رنگ نہین
ہم بھی عالمِ فقر مین ہین پر ہم سے جو مانگے کوئی فقیر

سلہ بادفروش بھاٹ کو کہتے ہین ۱۲

ایک سوال ہین دو عالم دین اتنے دل کی تنگ نہین

وہ نہین اب کہ فریبون سے لگا لیتے ہین
ہم جو دیکھین ہین تو وے آنکھ چھپا لیتے ہین

کچھ تفاوت نہین ہستی و عدم مین ہم بھی
اوٹھ کے اب قافلۂ رفتہ کو جا لیتے ہین

صحبت آخر کو بگڑتی ہے سخن سازی مین
کیا وہ انداز بھی اک بات بنا لیتے ہین

تھکے چارہ جوئی سے اب کیا کرین
کہو تم سو دل کا مداوا کرین

بخود جستجو مین نہ اوس کی رہے
ہم آپھی ہین گم کس کو پیدا کرین

کہین دل کی مرغانِ گلشن سے کیا
یہ ہے حوصلہ ہم کو رسوا کرین

بُرے حال اوس کی گلی مین ہین میر
جو اوٹھ جائین وان سے تو اچھا کرین

دل کشی اس بزم کی ظاہر ہے تم دیکھو تو ہو
لوگ جی دے بیٹھے چلے جاتے ہین کس حسرت سے یان

صورتون سے خاکدان یہ عالمِ تصویر ہے
بولین کیا اہلِ نظر خاموش ہین حیرت سے یان

کیا سرِ جنگ و جدل ہووے دماغِ عشق کو
صلح کی ہے میر نے ہفتاد و دو ملت سے یان

اب ہوسناکی مردم ہین تری یارون مین
ہم جو عاشق ہین سو ٹھہرے ہین گنہگارون مین

یون ناکام رہین گے کب تک جی مین ہے اک کام کرین
رسوا ہو کر مارے جاوین اوسکو بھی بدنام کرین

پھرا ہین صورتِ احوال ہر اک کو دکھاتا یان
مروت قحط ہے آنکھین نہین کوئی ملاتا یان

خرابہ دلی کا دہ چند بہتر لکھنؤ سے تھا
وہین مین کاش مرجاتا سراسیمہ نہ آتا یان

محبت دشمنِ جان ہے جو مین معلوم یہ کرتا
تو کاہے کو کسو سے میر اپنا دل لگاتا یان

راہ عجب پیش آئی ہم کو یان سے تنہا جانے کی
یار و ہمدم ہمراہی ہر گام بچھڑتے جاتے ہین

ضعفِ دماغ سے افغان خیزان چلتے ہین ہمراہ روان

دیکھین کیا پیش آوے اب تو گرتے پڑتے جاتے ہین

دنیا مین ایک وہ نہین کرتا کوئی مقام
جو ہے رواروی ہی مین ہے اس دیار مین

دیکھین تھین ایک روز تری مست انکھڑیان
انگڑائیان ہی لیتے ہین اب تک خمار مین

اخگر تھا دل نہ تھا مرا جس سے تہ زمین
لگ لگ اوٹھی ہے آگ کفن کو مزار مین

محمل کی تیرے گرد ہین محمل کئی ہزار
ناقہ ہے ایک لیلی کا سو کس قطار مین

کیا بیقرار دل کی تسلی کرے کوئی
کچھ بھی ثبات ہے ترے عہد و قرار مین

بیتاب دل نہ دفن ہوا ئی کاش میرے ساتھ
رہنے نہ دے گا لاش کوئی دن مزار مین

ق
تھمتا نہین ہے رونا علی الاتصال کا
کیا اختیار گریہ بے اختیار مین

منہ چاہیے جو کوئی کسی سے حساب لے
تا کس سے گفتگو نہین روز شمار مین

گنتی کے لوگون کی وہان صف ہوویگی کھڑی
تو میر کس شمار مین ہے کس قطار مین

کیا اعتبار طائر دل کی تڑپ کا اب
مذبوحی سی ہے کچھ حرکت اس شکار مین

بوسہ لبون کا مانگتے ہی تم بگڑ گئے
تھی تیری باتین ہوتی ہین اخلاص پیار مین

شہرہ اب چمن مین میری غزلخوانی کا ہی میر
اک عندلیب کیا ہے کہون مین ہزار مین

حاکم شہر حسن کے ظالم کیونکہ ستم ایجاد نہین
خون کسو کا کوئی کرے وان داد نہین فریاد نہین

عشق کوئی ہمدرد کہین مدت مین پیدا کرتا ہے
کوہ مین گو نالان ہے سو ہون لیکن یہ فرہاد نہین

ق
مے کشی صبح و شام کرتا ہون
فاقہ مستی مدام کرتا ہون

کوئی ناکام یون رہے کب تک
مین بھی اب ایک کام کرتا ہون

یا تو لیتا ہون داد دل یا اب
کام اپنا تمام کرتا ہون

محشر مین داد خوبان چاہین تو کس سے چاہین
وان لگ چلے ملک تو اوس کو بھی بہکالین

طالع نہ ذائقے کے اپنے کھلے کہ ہم بھی
ان شکرین لبون کے ہونٹون کا کچھ مزا لین

چلتے ہین ناز سے جب ٹھوکر لگے ہے دل کو — آتی نہین سمجھ مین ان دلبرون کی چالین

منت ہزار کریے مانے منے نہ ہرگز
میر ایسے غصہ ور کو ہم کس طرح منالین

اوس سے گھبر اکے جو کچھ کہنے کو آجاتا ہون — دل کی پھر دل مین لیے چپکے چلا جاتا ہون
خشم کیون بے مزگی کا ہیکو بے لطفی کیا — بدبرا اتنا بھی نہ ہو تجھ سے بھلا جاتا ہون
اک بیابان ہے مری بیکسی و بے تابی — مثلِ آوازِ جرس سب سے جدا جاتا ہون

رنگینی زمانہ سے خاطر نہ جمع رکھ — سو رنگ بدلے جاتی ہین ہان ایک آن مین
اب میرے اوسکے عہد مین شاید کہ اٹھ گئی — آگے جو رسم دوستی کی تھی جہان مین

سیرت سے گفتگو ہے کیا معتبر ہے صورت — ہے ایک سوکھی لکڑی جو بو نہ ہوا گر بین
اب صبح و شام شاید گریہ پہ رنگ آوے — رہتا ہے کچھ جھمکتا خونناب چشم تر مین

آنکھ لگی ہے جب سے اوس سے آنکھ لگی زنہار نہین
نیند آتی ہے دل جمعی مین سو تو دل کو قرار نہین
مشتاق اوس کی راہ گزر پر پر سون کیون نہ بیٹھون میر
اون نے راہ اب اور نکالی ایدھر اوس کا گزار نہین

طرفہ خوش رو دم خونریز ادا کرتے ہین — وار جب کرتے ہین منہ پھیر لیا کرتے ہین
عشق کرنا نہین آسان بہت مشکل ہے — چھاتی پتھر کی ہے اون کی جو وفا کرتے ہین
اوسکی قربانیون کی سب سے جدا ہے رہ و رسم — اول وعدہ دل و جان فدا کرتے ہین
دل کو جانا تھا گیا رہ گیا ہے افسانہ — روز و شب ہم بھی کہانی سی کہا کرتے ہین

نا آشنا کے اپنے جیسے ہم آشنا ہین — اس طور اس طرح کے ایسے کم آشنا ہین
باہم جو یاریان ہین اور آشنائیان ہین — سب ہین نظر مین اپنی ہم عالم آشنا ہین

یاری جہانیون کی کیا میر معتبر ہے

نا آشنا ہین اکدم یہ اکدم آشنا ہین

جو تیرے لب سے کام رکھتے ہین
ہمہی کو وے تام رکھتے ہین

نسیم مصر کب آئی سوادِ شہر کنعان کو
کہ پھر بھولی نہ یان سے لیگئی گلہائی حرمان کو

تجھے گر چشم عبرت ہے تو آندھی اور بگولے سے
تماشا کر غبار افشانی خاکِ عزیزان کو

غرورِ ناز قاتل کو لیے[۱] جا ہے کوئی پوچھے
چلا ہے سونپ کر کس کے تئین اس صید بیجان کو

قد کھینچے ہے جس وقت تو ہے طرفہ بلا تو
کہتا ہے ترا سایہ پری سے کہ ہے کیا تو

گر اپنی روش راہ چلا یار تو اے کبک
رہ جائے گا دیوارِ گلستان سے لگا تو

بے گل نہین بلبل تجھے بھی چین پہ دیکھون
مر رہتے ہین ہم ایک طرف باغ مین یا تو

کیا جانیئے اے گوہرِ مقصود تو کہان ہے
ہم خاک مین بھی مل گئے لیکن نہ ملا تو

اس جلنے سے اب دلکو اوٹھا بیٹھینگے ہم بھی
ہے تجھ کو قسم ظلم سے مت ہاتھ اوٹھا تو

بیہوشی سی آتی ہے تجھے اوسکی گلی مین
گر ہو سکے اے میر تو اوس راہ نہ جا تو

کہتے ہو اتحاد ہے ہم کو
ہان کہو اعتماد ہے ہم کو

آہ کس ڈھب سے روئیے کم کم
شوق حد سے زیاد ہے ہم کو

شیخ پیرِ مغان کی خدمت مین
دل سے اک اعتقاد ہے ہم کو

بدگمانی ہو جس سے تس سے آہ
ق قصدِ شور و فساد ہے ہم کو

دوستی ایک سے بھی تجھکو نہین
اور سب سے عناد ہے ہم کو

نامرادانہ زیست کرتا تھا
میر کا طور یاد ہے ہم کو

ہنوز طفل ہے وہ ظلم پیشہ کیا جانے
لگا دے تیغ سلیقے سے جو لگائی ہو

بدن نما ہے ہر آئینہ لوحِ تربت کا
نظر جسے ہوا وسے خاک خودنمائی ہو

[۱] لیے جاتا ہے ۱۲

کہتے تو ہیں کہ محبت میر نے دیا جی کو
خدا ہی جانے کہ کیا جی میں اوسکے آئی ہو

اے چرخ مت حریف اندوہ بیکسان ہو
کیا جانے منہ سے نکلے نالے[۱] کی کیا سمان ہو

کب تک گرہ رہیگا سینہ میں دل کے مانند
اے اشک شوق اکدم رخسار پر روان ہو

ہم دور ماندگان کی منزل رسان مگر اب
یا ہو صدا جرس کی یا گرد کاروان ہو

گر ذوق سیر ہے تو آوارہ اس چمن میں
مانند عندلیب گم کردہ آشیان ہو

از خویش رفتہ ہر دم رہتے ہیں ہم جو اس بن
کہتے ہیں لوگ اکثر اس وقت تم کہان ہو

اوس تیغ زن سے کہیو قاصد مری طرف سے
اب تک بھی نیم جان ہون گر قصد امتحان ہو

گرچہ کب دیکھتے ہو پر دیکھو
آرزو ہے کہ تم ادھر دیکھو

عشق کیا کیا ہمین دکھاتا ہے
آہ تم بھی تو اک نظر دیکھو

یون عرق جلوہ گر ہے اوس منہ پر
جس طرح اوس پھول پر دیکھو

رنگ رفتہ بھی دل کو کھینچے ہے
ایک شب اور یہان سحر دیکھو

دل ہوا ہے طرف محبت کا
خون کے قطرہ کا جگر دیکھو

آرام ہو چکا مرے جسم نزار کو
رکھے خدا جہان میں دل بیقرار کو

اے وہ کوئی جو آج پیئے ہے شراب عیش
خاطر میں رکھیو کل کے بھی رنج و خمار کو

خوبان کا کیا جگر جو کرین مجھکو اپنا صید
پہچانتا ہے سب کوئی تیرے شکار کو

ق

گر ساتھ لے گرا تو دل مضطرب تو پھر
آرام آچکا ترے مشت غبار کو

جیتے جی فکر خوب ہے ورنہ یہ بدبلا
رکھے گا حشر تک تہ و بالا مزار کو

اچھی لگے ہے تجھ بن گلگشت باغ کس کو
صحبت رکھے گلون سے اتنا دماغ کس کو

گلچین عیش ہوتے ہم بھی چمن میں جاکر
آہ و فغان سے اپنے لیکن فراغ کس کو

[۱] یعنے نالہ منہ سے نکلنے کے بعد ۱۲

دن گزرتا ہے مجھے فکر ہی مین تا کیا ہو
رات جاتی ہے اسی غم مین کہ فردا کیا ہو

سب ہین دیدار کے مشتاق پر ایسے غافل
حشر برپا ہو کہ فتنہ اٹھے آیا کیا ہو

خاک حسرت زدگان پر تو گزر بے وسواس
ان ستم کشتون سے اب عرض تمنا کیا ہو

گر بہشت آوے تو آنکھون مین مری پھیکی لگے
جن نے دیکھا ہو تجھے محو تماشا کیا ہو

شوق جاتا ہے ہمین یار کے کوچہ کو لیے
جائے[ف۱] معلوم ہو کیا جانیئے اوس جا کیا ہو

خاک مین لوٹون کہ لہو مین نہاؤن مین میر
یار مستغنی ہے اوس کو مری پروا کیا ہو

ایسا کہان ہے جیسا کہ آگے تھا تو
اورون سے مل کے پیارے کچھ اور ہو گیا تو

چالین تمام بیڈھب باتین فریب ہین سب
حاصل کہ اے شکر لب اب وہ نہین رہا تو

عالم ہے شوق کشتہ خلقت ہے تیری رفتہ[ف۲]
جانون کی آرزو تو آنکھون کا مدعا تو

آتی بخود نہین ہے باد بہار اب تک
دو گام تھا چمن مین ٹک ناز سے چلا تو

گفت و شنود اکثر میرے ترے رہی ہے
ظالم معاف رکھیو میرا کہا سنا تو

کہہ سانجھ کے موے کو اے میر روئین کبتک
جیسے چراغ مفلس اک دم مین جل بجھا تو

خوبی یہی نہین ہے کہ انداز و ناز ہو
معشوق کا ہے حسن اگر دل نواز ہو

سجدہ کا کیا مضائقہ محراب تیغ مین
پر یہ تو ہو کہ نعش پہ میری نماز ہو

نزدیک سوز سینہ کے رکھ اپنے قلب کو
وہ دل ہی کیمیا ہے جو گرم گداز ہو

نالہ اگر مرا سبب شور و شر نہ ہو
پھر مر بھی جائیے تو کسی کو خبر نہ ہو

دل پر ہوا سو آہ کے صدمہ سہی ہو چکا
ڈرتا ہون یہ کہ اب کہین ٹکڑے جگر نہ ہو

سمجھا ہون تیری آنکھ چھپانے سے خوش نگاہ
مد نظر یہ ہے کہ کسی کی نظر نہ ہو

ف۱ لیئے جانے کے بعد ۱۲ ف۲ وارفتہ ۱۲

ق

جس راہ ہو کے آج مین پہنچا ہون تجھ تلک
کافر کا بھی گزار الٰہی ادھر نہ ہو

اِک جا نہ دیکھی آنکھون سے ایسی تمام راہ
جس مین بجائے نقشِ قدم چشمِ تر نہ ہو

ہر اک قدم پر لوگ ڈرانے لگے مجھے
ہان یہان کسی شہیدِ محبت کا سر نہ ہو

چلیو سنبھل کے سب یہ شہیدانِ عشق ہین
تیرا گزار تا کہ کسی نعش پر نہ ہو

مضطر ہو اختیار کی وہ شکل دل مین ہین
اُس راہ ہو کے جاؤن یہ صورت جدھر نہ ہو

لیکن عبث نگاہ جہان کریئے اُس طرف
امکان کیا کہ خون مرے تا کمر نہ ہو

آتا ہے یہ قیاس مین اب تجھکو دیکھکر
ظالم جفا شعار ترا رہ گزر نہ ہو

وہی جانے جو حیا کشتہ وفا رکھتا ہو
اور رسوائی کا اندیشہ جُدا رکھتا ہو

عشق کو نفع نہ بیتابی کرے ہے نہ شکیب
کر یہی تدبیر جو یہ درد دوا رکھتا ہو

ہین لئے آئینہ صفت ورنہ کیا نہ غرض
اوسکو مشکل ہے جو آنکھون مین حیا رکھتا ہو

ہائے اس زخمیِ شمشیرِ محبت کا جگر
درد کو اپنے جو ناچار چھپا رکھتا ہو

کیا کرے وصل سے مایوس دلِ آزردہ جو
زخم ہی یار کا چھاتی سے لگا رکھتا ہو

مت پوچھ کچھ اپنی باتین کہیے تو تم کو ندامت ہو
قدِ قامت یہ کچھ ہے تمہارا لیکن قہرِ قیامت ہو

شیخ جی آؤ مصلی گروِ جام کرو
جنس تقوے کی ٹین صرفِ مے جام کرو

فرشِ مستان کرو سجادہ بے تکین
مے کی تعظیم کرو شیشہ کا اکرام کرو

دامنِ پاک کو آلودہ رکھو بادہ سے
آپ کو مشہور کے قابلِ دشنام کرو

نیکنامی و تفاوت کو دعا جلد کہو
دین و دل پیشکش سادہ خود کام کرو

خوب اگر جرعہ نوش نہین کر سکتے
خاطر جمع سے آشام سے یہ کام کرو

اوٹھ کھڑے ہو جو جھکے گردنِ مینائی شراب
خدمتِ بادہ گساران ہی سر انجام کرو

مطرب اگر جو کرے چنگ نوازی تو تم
پیرہن ستون کی تقلید سے اتمام کرو

خنکی اتنی بھی تو لازم نہین اس موسم مین
پاس جوش گل و دل گرمی ایام کرو

آہ تا چند رہو خانقہ و مسجد مین
ایک تو صبح گلستان مین بھی شام کرو

بات تو ساری گئی سنتے پریشان گوئی
میر جی کوئی گھڑی تم بھی تو آرام کرو

کون کہتا ہے نہ غیرون پہ تم امداد کرو
ہم فراموش ہوؤن کو بھی کبھو یاد کرو

دل صاف ہو تو جلوہ گہ یار کیون نہ ہو
آئینہ ہو تو قابل دیدار کیون نہ ہو

عالم تمام اوس کا گرفتار کیون نہ ہو
وہ ناز پیشہ ایک ہے عیار کیون نہ ہو

دشمن تو اک طرف کہ سبب رشک کا ہی یان
در کا شگاف رخنہ دیوار کیون نہ ہو

ہر دم کی تازہ مرگ جدائی سے تنگ ہون
ہونا جو کچھ ہے آہ سو یکبار کیون نہ ہو

نزدیک اپنے ہمنے تو سب کر رکھا ہی سہل
پھر میر اس مین مردن دشوار کیون نہ ہو

کاہش ہو اشتیاق تو اتنا نہین ہے دور
حشر دگر پہ وعدہ دیدار کیون نہ ہو

گلگشت کا بھی لطف دل خوش ہی ہے نسیم
پیش نظر دگر نہ چمن زار کیون نہ ہو

شاید کہ آوے پرسش احوال کو کبھو
عاشق بھلا سا ہووے تو بیمار کیون نہ ہو

تلوار کے تلے بھی ہین آنکھین تری ادھر
تو اس ستم کا میر سزاوار کیون نہ ہو

گیسوے مشکبو کو اوسی ضد سے کھولنا
پھر زخم دل فگارون کا ناسور کیون نہ ہو

تلوار کھینچتا ہے وہ اکثر نشے کے بیچ
زخمی جو اوس کے ہاتھ کا ہو چور کیون نہ ہو

خالی نہین بغل کوئی دیوان سے مرے
افسانہ عشق کا ہے یہ مشہور کیون نہ ہو

مجھکو تو یہ قبول ہوا عشق مین کہ میر
پاس اسکے جب گیا تو کہا دور کیون نہ ہو

جو ہین نہ ہون تو کرو ترک ناز کرنے کو | کوئی تو چاہیئے جی بھی نیاز کرنے کو

جو بے دماغی یہی ہے تو بن چکی اپنی | دماغ چاہیئے ہر اک سے ساز کرنے کو

وہ گرمِ ناز ہو۔ تو خلق پہ ترحم کر | پکارے آپ اجل احتراز کرنے کو

اگرچہ گل بھی نمود اس[۱] کے رنگ کرتا ہے | ولیک چاہیئے ہے منہ بھی ناز کرنے کو

زیادہ حد سے تھی تابوت میر پر کثرت
ہوا نہ وقت مساعد نماز کرنے کو

حال دل میر کا اے اہل وفا مت پوچھو | اس ستم کشتہ پہ جو گزری جفا مت پوچھو

وقت قتل آرزوے دل جو لگے پوچھنے لوگ | ہین اشارت کی اودھر ان نے کہا مت پوچھو

خواہ مارا انھین نے میر کو خواہ آپ موا | جانے دو یارو جو ہونا تھا ہوا مت پوچھو

نالۂ شب نے کیا ہے جو اثر مت پوچھو | ٹکڑے ٹکڑے ہوا جاتا ہے جگر مت پوچھو

مرثیے مین بند زبان ہونا اشارت ہے ندیم | یعنی ہے دور کا در پیش سفر مت پوچھو

کیا پھرے وہ وطن آوارہ گیا اب سو گیا | دلِ گم کردہ کی کچھ خیر خبر مت پوچھو

ق

اوس کی طرزِ نگاہ مت پوچھو | جی ہی جانے ہے آہ مت پوچھو

تو گرفتارِ دامِ زلف اس کا | ہے یہی روسیاہ مت پوچھو

تھا کرم پر اوسی کے شربِ مدام | میر کے اعمال آہ مت پوچھو

تم بھی اے مالکان روزِ جزا | بخش دو اب گناہ مت پوچھو

سحر تا[۲] بیدلی کا میری سبب مت پوچھو | ایکدم چھوڑ دو یون ہی مجھے اب مت پوچھو

گریۂ شمع کا اے ہم نفسان ہین تھا حریف | گزری ہے رات کی صحبت بھی عجب مت پوچھو

لب پہ شیون قطرۂ خون و نگہ مین اک یاس | دن کیا ہجر کا جس ڈھنگ سے شب مت پوچھو

میر صاحب تمھی یہ طرح ہوا تھی تو کہون
موجب آزردگی کا وجہ غضب مت پوچھو

[۱] اوسکی [illegible] ۱۲

گزری ہے شب خیال مین خوبان کی جاگتے
آنکھین لگا کی اون سے مین ترسون ہون خواب کو

کہنے سے میر اور بھی ہوتا ہے مضطرب
سمجھاؤن کب تلک اس دل خانہ خراب کو

اجرت مین نالہ ہی کی دیتے ہین جان تلک تو
اب کار شوق اپنا پہنچا ہے یان تلک تو

واماندگی نے مارا اثنائے رہ مین ہمکو
معلوم ہے پہنچنا اب کاروان تلک تو

افسانۂ غم کا لب تک آیا ہے مدتون مین
سو جائیو نہ پیارے اس داستان تلک تو

بے طاقتی مین شب کی پوچھو نہ ضبط میرا
ہاتھون مین دل کو رکھا دانتون تلے جگر کو

نزدیک ہے کہ جاوین ہم آپ سے اب آؤ
ملتے ہین دوستون سے جاتے ہوئے سفر کو

کب میر ابر ویسا برساوے گا اندھیری
جیسا کہ روتے ہمنے دیکھا ہے چشم تر کو

بدزبان ہو جیسے خوش اسلوب ہو
کیا کہین جو کچھ کہ ہو تم خوب ہو

بے نقابی اوسکی ہے ہم پر ستم
لائیے منہ پر تو وہ محجوب ہو

چاہیئے ہے اور کچھ عاشق کو کیا
جان کا خواہان اگر محبوب ہو

لوہو پینا - جان کھانا - دیکھیئے
کیا مزاج عشق مین مرغوب ہو

جو کہو[سلہ] ہو سو مخالف عقل کے
میر صاحب تم مگر مجذوب ہو

گل برگ سے ہے نازک خوبی پا تو دیکھو
کیا ہے جھمک کفک کی رنگ حنا تو دیکھو

ہر بات پر خشونت طرز جفا تو دیکھو
ہر لحمہ بے ادائی اوس کی ادا تو دیکھو

سایہ مین ہر پلک کے خوابیدہ ہے قیامت
اس فتنۂ زمان کو کوئی جگا تو دیکھو

پھیری ہین مول لے ہے منعم جو بیچون کو
ڈھیتا پھرے سے ہے آیہی اس پہ بنا تو دیکھو

یہی مشہور عالم ہین دو عالم
خدا جانے ملاپ اُس سے کہان ہو

یہان سجدہ مین ہمنے غش کیا تھا
وہین شاید کہ اوس کا آستان ہو

سلہ جو کہتے ہو ۱۲

جگر تو چھن گیا تیرون کے مارے — تمہاری کس طرح خاطر نشان ہو
ملے ٹک لب کہ اون نے مار ڈالا — کہے کچھ کوئی گر جی کی امان ہو
ق
سُنا ہے چاہ کا دعوی تمہارا — کہو جو کچھ کہ چاہو مہربان ہو
کنارہ یون کیا جاتا نہین پھر — اگر پاسے محبت درمیان ہو

ہوئے ہم پیر سو ساکت ہین اب میر
تمہاری بات کیا ہے تم جوان ہو

منعقد کاش مجلسِ گُل ہو — درمیان تو ہو سامنے گُل ہو
گر میان متصل رہین باہم — نے تساہل ہو نے تغافل ہو
اب دُھوان یون جگر سے اُٹھتا ہے — جیسے پیچ کوئی کاکل ہو
نہ تو طالع نہ جذب پھر دل کو — کس بھروسہ پہ ٹک تحمل ہو
لگ نہ چل اے نسیمِ باغ کہ مین — رہ گیا ہون چراغ سا گُل ہو
دیر رہنے کی جا نہین یہ چمن — بوئے گُل ہو صفیرِ بُلبُل ہو

سب حال سے بے خبر ہین یان تو — برہم زدہ شہر ہے جہان تو
اس تن پہ نثار کرتے لیکن — اپنے بھی نظر مین ٹھہرے جان تو

مت تربتِ میر کو مٹاؤ
رہنے دو غریب کا نشان تو

ہو کوئی بادشاہ کوئی یان وزیر ہو — اپنی بلا سے بیٹھ رہے جب فقیر ہو
جنت کی منت اوسکے دماغون سے کب اُٹھے — خاکِ رہ اوس کی جن کے کفن کا عبیر ہو
حد سے زیادہ جور و ستم خوش نما نہین — ایسا سلوک کر کہ تدارک پذیر ہو
دم بھر نہ ٹھہری دل مین نہ آنکھون مین ایک پل — اتنے سے قد پہ تم بھی قیامت شریر ہو
کیا کیا جوان ہنس کے دنیا سے جاتے دیکھئے — اے عشق بے محابا دنیا ہو [illegible]

اب بھی کہو گے کچھ تو ہم چپکے ہو رہیں گے
ہر بات میں کہاں تک آپس میں گفتگو ہو

اب جو نصیب میں ہے سو دیکھ لو نگاہیں ہی
تم دستِ لطف اپنا سر سے مرے اوٹھا لو

جنبش بھی اوس لے آگے ہونٹوں کو ہو تو کہیو
یوں اپنے طور پر تم باتیں بہت بنا لو

دو لفظوں ہی میں غضب کے ہوگا مکان ہو کا
سن رکھو کان رکھ کر یہ بات بستی والو

یوں رفتہ اور بیخود کب تک رہا کرو گے
تم اب بھی میر صاحب اپنے تئیں سنبھالو

پرواز گلستان کے تو شائستہ نہ نکلے
پروانہ نمط آگ ہم اب دیں گے پروں کو

پیراہنِ صد چاک سلاتے ہیں مرا لوگ
تجھ سے نہیں مطلق خبر ان بے خبروں کو

اس باغ کے ہر گل سے چپک جاتی ہیں آنکھیں
مشکل بنی ہے آن کے صاحب نظروں کو

آدابِ جنون چاہیے ہم سے کوئی سیکھے
دیکھا ہے بہت یاروں نے آشفتہ سروں کو

اندیشہ کی جاگہ ہے بہت میر جی مرنا
درپیش عجب راہ ہے ہم نو سفروں کو

لائق نہیں تمھیں کہ ہمیں ناسزا کہو
پر ہے یہی ہمارے کیے کی سزا کہو

چپکے رہی بھی چین نہیں تب کہے ہے یوں
لب بستہ بیٹھے رہتے جو ہو مدعا کہو

پیغامبر تو یار و تحسین ہیں کروں ولے
کیا جانوں جا کے حق میں مرے اوس سے کیا کہو

اب نیک و بد یہ عشق میں مجھ کو نظر نہیں
اس میں مجھے برا کہو کوئی بھلا کہو

سر خاکِ آستان پہ تمھارے رہا مدام
اس پر بھی یا نصیب جو تم بیوفا کہو

رکھیے گردن کو تری تیغِ ستم پر ہو سو ہو
جی میں ٹھہرے ہے یہ کیا ہے اب مقرر ہو سو ہو

قطرہ قطرہ اشکباری تا کجا پیشِ سحاب
ایکدن تو ٹوٹ پڑا اے دیدۂ تر ہو سو ہو

کہتے ہیں ٹھہرا ہے تیرا اور غیروں کا لگاؤ
ہیں شریک اے میر ہم بھی تیری بہتر ہو سو ہو

سودے ہین اوسکے بک گئے ایسے کئی ہزار
یوسف کا شور دور ہی سے تم سنا کرو

ہوتے ہو بے دماغ تو دیکھو ٹک ادھر
غصہ ہی ہم پہ کاش کے اکثر رہا کرو

بے اضطراب دیکھ کے اب دشمنون سے بھی
کہتا ہون اس سے ملنے کی کچھ تم دعا کرو

ہر چند اس متاع کی اب قدر کچھ نہین
پر جس کسو کے ساتھ رہو تم وفا کرو

ہر چند ساتھ جان کے ہے عشق میر لیک
اس درد لا علاج کی کچھ تو دوا کرو

ظالم ہو میری جان پہ نا آشنا نہ ہو
بے رحمی اتنی عیب نہین بے وفا نہ ہو

آزار کھینچنے کو مزے عاشقون سے پوچھ
کیا جانے وہ کہ جس کا کہین دل لگا نہ ہو

کھینچا ہے آدمی نے بہت دور آپ کو
اس پردہ مین خیال تو کر ٹک خدا نہ ہو

جی مین تو ہے کہ دیکھیے آوارہ میر کو
لیکن خدا ہی جانے وہ گھر مین ہو یا نہ ہو

ملتفت ہوتا نہین ہے گاہ تو
کس قدر مغرور ہے اللہ تو

تجھ سے کتنے جان سے جاتے رہے
کس کی میت کے گیا ہمراہ تو

اوس کے دل مین کام کرنا کام ہے
یون فلک پر کیون نہ جاوے آہ تو

فرش ہین آنکھین ہی تیری راہ مین
آہ ٹک تو دیکھکر چل راہ تو

جی تلک تو منہ نہ موڑین تجھ سے ہم
گر جفا و جور خاطر خواہ تو

دل دہی کیا کی ہے یون ہی چاہ کچھ
اے زہے تو آفرین تو واہ تو

میر تو تو عاشقی مین کھپ گیا
سست کسی کو چند روز اب چاہ تو

عنایت ازلی سے جو دل ملا مجھکو
تحمل شکر ہے آتا نہین گلا مجھکو

فلک کی چرخ زنی برسون ہو تو تجھسا ہو
سمجھ سمجھ کے تنک خاک مین ملا مجھکو

ہوا ہون خاک پہ دل کی وہی ہے ناصافی | ابھی اِس آئینہ کی کرنی ہے جلا مجھکو

قتل کیے پر غصہ کیا ہے لاش مری اُٹھوانے دو
جان سے بھی ہم جاتے رہے ہین تم بھی آؤ جانے دو

جان سلامت لے کر جاوے کعبہ کو تو سلام کرین
ایک جراحت اون ہاتھون کا صید حرم کو کھانے دو

کرتے ہو تم بیجی نظرین یہ بھی کوئی مروت ہے
برسون سے پھرتے ہین جُدا ہم آنکھ سو آنکھ ملانے دو

اب کے بہت ہے شور بہاران ہم کو مت زنجیر کرو
دل کی ہوس ٹک ہم بھی نکالین دھومین ہمکو مچانے دو

کیا جاتا ہے اس مین ہمارا چُپکے ہم تو بیٹھے ہین
دل جو سمجھنا تھا سو سمجھا ناصح کو سمجھانے دو

ضعف بہت ہے میر تمھین کچھ۔ اوس کی گلی مین مت جاؤ
صبر کرو ٹک اور بھی صاحب طاقت جی مین آنے دو

دوست رکھتا ہون بہت اپنے دل بیمار کو | خون کیا ہے مدتون اِس مین غم بسیار کو
جب کبھو ایدھر سے نکلے ہو تو اک حسرت گو ساتھ | دیکھے ہے خورشید اسکے سایۂ دیوار کو
خونچکان شکوے ہین دل سو تا زبان میرے ولے | سی لیا ہے تو کہین نے لب اظہار کو

عاشقی وہ روگ ہے جسمین کہ ہو جاتی ہے یاس
اچھے ہونے کم سُنا ہے میر اِس آزار کو

یہ سرا سونے کی جا کہ نہین بیدار رہو | ہم نے کر دی ہے خبر تم کو خبردار رہو
اپ تو ایسے بنے اب کہ چلے جی سب کا | ہم کو کہتے ہین کہ تم جی کتین مار رہو
لاگ اگر دل کو نہین لطف نہین جینے کا | اُلجھے سُلجھے کسو کاکل کے گرفتار رہو

ہجران کی سرگزشت مری گفتنی نہین
کیا کہیے تم سے قصہ دور و دراز کو

جانکاہ و دلخراش ہین سارے ترے سلوک
دل ہم تو دیتے کاش کسو دل نواز کو

صوفی کی پارسائی کی ہے خانقہ مین دھوم
لے چلیے گا کبھو ادھر اوس مست ناز کو

ہے دور ادب سے تم کھڑے ہین پاکشیدہ ہون
مت آئیو جنازہ کی میرے نماز کو

سر کاٹ کے دلدار کے انداز تو دیکھو
پامال ہے سب خلق جہان ناز تو دیکھو

کچھ سوچ نہین پڑتی تمھین بےخبری سے
ٹک ہوش کی آنکھون کو کرو باز تو دیکھو

دل ایک تڑپنے مین پہنچے عرش کو پایا
اس طائر بے بال کی پرواز تو دیکھو

کی زلف و خط و خال نے ایک اور قیامت
تصویر سے چہرہ پہ یہ پرواز تو دیکھو

سب میر کو دیتے ہین جگہ آنکھون پر اپنے
اوس خاک رہ عشق کا اعزاز تو دیکھو

کھینچا کرو رنج و تعب کا دوستان عادت کرو
تب کسو نا آشنا سے مہر سے الفت کرو

کچھ نہ پوچھو صحبت دیرینہ کی کم فرصتی
جون ہی جا بیٹھے لگا کہنے انھین رخصت کرو

پہلے دیوانے ہوئے پھر میر آخر ہو گئے
ہم نہ کہتے تھے کہ صاحب عاشقی تم مت کرو

بارے دنیا مین رہو غمزدہ یا شاد رہو
ایسا کچھ کر کے چلو یان کہ بہت یاد رہو

آنکھ عاشقون کی آنکھون مین ٹک آئی دل فریب
ان نظرون سے کبھی ہے بہت دور تک دکھاؤ

غیرت کا عشق کے ہے طریقہ ہی کچھ جدا
اوس کے گلی کی خضر کو بھی راہ مت بتاؤ

ظاہر ہے دیکھنے سے کنکھیون کی تیرے سب
چھپتے ہین میر کوئی دلون کے کہین لگاؤ

دل کہے مین ہو تو کاہے کو کوئی بیتاب ہو
آنکھ کا لگنا نہ ہو تو اشک کیون خوناب ہو

دیتی ہے طول بلبل کیا شورش فغان کو
اک نالہ جو صلہ سے بس ہے وداع جان کو

بعد از نماز تھے کل میخانہ کے در اوپر
کیا جانے میر وہان سے اوٹھکر گئے کہان کو

صدر تک بحث رہتی ہے یہان ذی شعور سے
اے عقلمند واسطے کہ نادان ہوا نہ تو
کتنے دنون کہا تھا دلا ضبط نالہ کر
پھر شب کو ناشکیبی سے نالان ہوا نہ تو

جی ٹک کار کنے سے پرے کچھ تو
آسمان آگیا ورے کچھ تو
جو نہ ہوئے نماز کر لیے نیاز
آدمی چاہیے کرے کچھ تو
طالع و جذب و زاری و زر و زور
عشق مین چاہیے ارے کچھ تو
جینا کیا ہے جہان فانی کا
مرتے جاتے ہین کچھ مرے کچھ تو
سہمے سہمے نظر پڑے ہین میر
اوس کے اطوار سے ڈرے کچھ تو

کیا غیرت سے دل پہ تنگ رنج و غم سے تے دنیا کو
بس اب تو کھل گئین ہین آنکھین دیکھا ہے دنیا کو
سنا ہین سے کہ آخر ہاتھ اوٹھایا اوس نے دنیا سے
اگر پایا بھی محنت سے کسو ہمدم نے دنیا کو

مجھے عشق اوس پاس یون لے گیا
کوئی جیسے لاوے گنہگار کو
مرے منہ پہ رکھا ہے رنگ اب تلک
ہزار آفرین چشم خونبار کو

زندگی کرتے ہین مرتے کے لیے اہل جہان
واقعہ میر ہے درپیش عجب یارون کو

فرصت بود و باش یان کم ہے
کام جو کچھ کرو شتاب کرو
میر جی راز عشق ہوگا فاش
چشم ہر لحظہ مت پر آب کرو

سو ظلم کے رہتے ہین سزاوار ہمیشہ
ہم بیگنہ اوس کے ہین گنہگار ہمیشہ

ایک آن گزر جائے تو کہنے میں گیا آدو
ہے دامن گلچین چمن جیب ہمارا

درپیش ہے یہاں مرد مردن دشوار ہمیشہ
دنیا میں ہے دیدہ خونبار ہمیشہ

ہم ہیں مجروح ماجرا ہے یہ — وہ نمک چھڑکے ہے مزا ہے یہ
آگے تھے ابتدائے عشق میں ہم — اب جو ہیں خاک انتہا ہے یہ
بود آدم نمود شبنم ہے — ایک دو دم میں پھر ہوا ہے یہ
شکر اوس کی جفا کا ہو نہ سکا — دل سے اپنے ہمیں گلا ہے یہ
شور سے اپنے حشر ہے پردہ — یوں نہیں جانتا کہ کیا ہے یہ
بس ہوا ناز ہو چکا اغماض — ہر گھڑی ہم سے کیا ادا ہے یہ
دیکھ بے دم مجھے لگا کہنے — ہے تو مردہ سا پر بلا ہے یہ
ہے رہے[له] بیگانگی کبھو اُن نے — نہ کہا یہ کہ آشنا ہے یہ
تیغ پر ہاتھ دھر دم کب تک — اک لگا چک کہ مدعا ہے یہ

میر کو کیوں نہ مغتنم جانیں
اگلے لوگوں میں اک رہا ہے یہ

قطعہ

جا کے پوچھا جو میں یہ کارگہ مینا میں — دل کی صورت کا بھی اے شیشہ گراں ہے شیشہ
کہنے[له] لاگے کہ کدھر پھرتا ہے بہکا ای مست — ہر طرح کا جو تو دیکھے ہے کہ یاں ہے شیشہ
دل ہی سارے تھے یہ اک وقت میں جو کر کے گداز — شکل شیشہ کی بنائی ہے کہاں ہے شیشہ

ہے سے کچھ آگے زمانہ میں ہوا کیا کیا کچھ — تو بھی ہم غافلوں نے آ کے کیا کیا کیا کچھ
کیا کہوں تجھ سے کہ کیا دیکھا ہے تجھ میں میں نے — عشوہ و غمزہ و انداز و ادا کیا کیا کچھ
حسرت وصل و غم ہجر و خیال رخ دوست — مر گیا میں پہ مرے جی میں رہا کیا کیا کچھ
قبلہ و کعبہ خداوند ملاذ مشفق — مضطرب ہو کے اوسے میں نے لکھا کیا کیا کچھ

له اے رہے ١٢ له کہنے لگے ١٢

پر کھوں کیا رقم شوق کی اپنی تاثیر
ہر سر حرف پہ رہ کہنے لگا کیا کیا کچھ

جی چاہے ہے کسو سے یا سب سے تو جدا رہ
پھر ہو سکے تو پیارے ٹک دل کا آشنا رہ

شاید کہ سربلندی ہووے نصیب تیرے
جوں گرد راہ سب کے پاؤں ہی تو لگا رہ

ہیں تو ہیں وہم دونوں کیا ہے خیال تجھکو
جھاڑ آستین مجھ سے ہاتھ آپ سے اٹھا رہ [۱]

کیا موافق ہو دوا عشق کے بیمار کے ساتھ
جی ہی جاتے نظر آئے ہیں اس آزار کے ساتھ

رات مجلس میں تری ہم بھی کھڑے تھے چپکے
جیسے تصویر لگا دے کوئی دیوار کے ساتھ

مرگئے پر بھی کھلی رہ گئیں آنکھیں اپنی
کون اس طرح موا حسرت دیدار کے ساتھ

شوق کا کام کھنچا دور کہ اب مہر مثال
چشم مشتاق لگی جائے ہے طومار کے ساتھ

ذکر گل کیا ہے صبا اب کہ خزاں میں ہمنے
دل کو ناچار لگایا ہے خس و خار کے ساتھ

رو پہ پس یار کے کوچے سے جو خورشید گیا
عشق تھا اوسکے مگر سایۂ دیوار کے ساتھ

نہ باتیں کرو سرگرانی کے ساتھ
مری زیست ہے مہربانی کے ساتھ

نہ اوٹھکر در یار سے جا سکے
یہ کم لطف ہے ناتوانی کے ساتھ

فرو درد آنسو پیے [۲] کچھ ہوا
دوا جیسے پیتے ہیں پانی کے ساتھ

کہے ہیں نے اشعار ہر بحر میں
و لیکن قیامت روانی کے ساتھ

شتابی گئی اس روش فصل گل
کہ جوں رفتگی ہو جوانی کے ساتھ

جلا جی بہت قصۂ میر سن
بلا سوز تھا اوس کہانی کے ساتھ

ہے تمنائے وصال اوسکی مری جان کے ساتھ
جان ہی جائیگی آخر کو اس ارمان کے ساتھ

کیا فقط توڑ کے چھاتی ہی گیا تیر اوس کا
لے گیا صاف مرے دل کو بھی پیکان کے ساتھ

بحر پر نہر پہ برسے ہے برابر ہی ابر
پیش ہر اک سے کرم آتے ہیں احسان کے ساتھ

[۱] اکثر اشعار میں ساتھ محاورہ حال کے خلاف ہے ۱۲ [۲] آنسو پیے پر درد کچھ کم ہوا ۱۲

جاذبہ تو اون آنکھون کا دیکھا ۔ جی کھچے جاتے ہین نگاہ کے ساتھ

یہ جو مہلت جسے کہین ہین عمر ۔ دیکھو تو انتظار سا ہے کچھ
کیا ہے دیکھو ہو جو ادھر ہر دم ۔ اور چتون مین پیار سا ہے کچھ

یار صد حیف کہ بیگانہ رہا اپنے ساتھ ۔ آشنا پا نہ کی کوئی ادا اپنے ساتھ
عہد یہ تھا کہ نہ بے وصل بدن سے جاوے ۔ سو جدا ہوتا ہے کی جی نے دغا اپنے ساتھ
رنج نے رنج بہت کھینچے پہنچ کر ہم تک ۔ اک بلا مین ہے گرفتار بلا اپنے ساتھ

وہ آرسی کے آگے پھر دن ہے بے تکلف ۔ منہ سے ہمارے اوسکو آتی نہین حیا کچھ
دل لے فقیر کا بھی ہاتھون مین دلدہی کر ۔ آنچاہے ہے جہان مین اُنکے لیے دیا کچھ
حرف و سخن کی اوس سے اپنی مجال کیا ہی ۔ اون نے کہا ہے کیا کیا مین نے اگر کہا کچھ

چاہ مین دل پر ظلم و ستم ہے جور و جفا ہے کیا کیا کچھ
درد و الم ہے کلفت و غم ہے رنج و بلا ہے کیا کیا کچھ
دل لینے کو فریفتہ کے ہتیرا کچھ ہے یار کنے
غمزہ عشوہ چشمک چتون ناز و ادا ہے کیا کیا کچھ
حسرت وصل اندوہ جدائی خواہش کاہش ذوق و شوق

ولہ ۔ یون تو چلا ہون اکیلا لیکن ساتھ چلا ہے کیا کیا کچھ

ہائے ستم ناچار مصیبت کرنی پڑی ہر خار کے ساتھ
جان عزیز گئی ہوتی کاش اب کے سال بہار کے ساتھ
وہ لحظہ نہین جاتا جی سے آنکھ لڑی تھی جب اوس سے
چاہ ٹپکتی تھی باتون سے چتون بھی تھی پیار کے ساتھ
جی مارے شب مہ مین ہمارے قہر کیا مشاطہ نے
بل کھا کے بالون کو دیا بل اوسکے گلے کے ہار کے ساتھ

ملنا نہ ملنا ٹھہرے تو دل بھی ٹھہرے اپنا
اقرار ہے ہمیشہ انکار ہے ہمیشہ

آمادہ فنا کچھ کیا میر اب ہوا ہے
جی مفت دینے کو وہ تیار ہے ہمیشہ

دل کو تسکین نہیں اشک دمادم سے بھی
اس زمانہ مین گئی ہے برکت غم سے بھی

کاش اے جان المناک نکل جاوے تو
اب تو دیکھا نہیں جاتا یہ ستم ہم سے بھی

آہ ہر غیر سے تا چند کہوں جی کی بات
عشق کا راز تو کہتے نہیں محرم سے بھی

لڑتی ہے اوسکی چشم شوخ جہاں
ایک آشوب واں سے اٹھتا ہے

بیٹھنے کون دے ہے پھر اوسکو
جو ترے آستان سے اٹھتا ہے

یوں اوٹھے آہ اوس گلی سے ہم
جیسے کوئی جہان سے اوٹھتا ہے

عشق اک میر بھاری پتھر ہے
کب یہ تجھ ناتوان سے اوٹھتا ہے

تاب دل صرف جدائی ہو چکی
یعنی طاقت آزمائی ہو چکی

آگے ہو مسجد کے نکلی اوسکی راہ
شیخ سے اب پارسائی ہو چکی

آج پھر تھا بے حمیت میر واں
کل لڑائی سی لڑائی ہو چکی

فرصت مین اک نفس کی کیا درد دل سنوگے
آئے تو تم ولیکن وقت اخیر آئے

دلّی مین ابکی آکر ان یاروں کو نہ دیکھا
کچھ وے گئے شتابی کچھ ہم بھی دیر آئے

عمر دراز کیونکر عمّار خضر ہے یاں
اک آدھ دن مین ہم تو جینے سے سیر آئے

بن جی دیے نہیں ہے امکان یاں سے جانا
بسمل گہ جہان مین اب ہم تو میر آئے

بات احتیاط سے کر ضایع نہ کر نفس کو
بالیدگی دل ہے مانند شیشہ دم سے

کیا کیا تعب اوٹھائے کیا کیا عذاب دیکھے ۔ تب دل ہوا ہے اتنا خوگر ترے ستم سے

ہستی ہین ہم نے آکر آسودگی نہ دیکھی ۔ کھلتین نہ کاش آنکھیں خواب خوش عدم سے

پامال کرکے ہمکو پچتاوگے بہت تم ۔ کمیاب ہین جہان مین سر دینے والے ہم سے

ہاتھ اوس کا ہے رست ہوئی سینہ کو پر اتنا تک ۔ گنتا نکلے ہی لخت دل میرا تیر ہمنکے بہالون سے

رنگ گل کوئی کہتا ہے کوئی اسے میر تو اسکو
مگر اوس شوخ کی پنہتی نہیں ان خوشنما لون سے

گئے جی سے چھوٹے بتون کی جفا سے ۔ یہی بات ہم چاہتے تھے خدا سے

وہ اپنی ہی خوبی پہ رہتا ہے نازان ۔ مرو یا جیو کوئی اوس کی بلا سے

اگر چشم ہے تو وہی عین حق ہے ۔ تعصب تجھے ہے عجب ماسوا سے

طبیب سبک عقل ہرگز نہ سمجھا ۔ ہوا درد عشق آہ دونا دوا سے

ٹک اے مدعی چشم انصاف وا کر ۔ کہ بیٹھے ہین یہ قافلے کس ادا سے

نہ شکوہ شکایت نہ حرف و حکایت
کہو میر جی آج کیون ہو خفا سے

آخر ہماری خاک بھی برباد ہوگئی ۔ اوس کی ہوا مین ہم پہ یہ بیداد ہوگئی

دل کس قدر شکستہ ہوا تھا کہ رات میر
آئی جو بات لب پہ سو فریاد ہوگئی

زندگی ہوتی ہے اپنی غم کے مارے دیکھیے ۔ موند لین آنکھیں ادھر سے تم نہ پیارے دیکھیے

ہو چکا روز جزا اب اے شہیدان وفا ۔ چہرکتے ہین خون خفتہ کب تمہارے دیکھیے

خنجر بیداد کو کیا دیکھتے ہو دمبدم ۔ چشم سے انصاف کی سینے ہمارے دیکھیے

یہ چشم آئینہ دار رو تھی کسو کی ۔ نظر اس طرف بھی کبھو تھی کسو کی

سلہ مرنے یا جیے کوئی ۱۲ سلہ کبھو کسو اب نہین لپٹتے ۱۲

سحر پائے گل بیخودی ہم کو آئی — کہ اوس سست پیمان مین بو تھی کسو کی
جلایا شب اک شعلۂ دل نے ہم کو — کہ اوس تند سرکش مین خو تھی کسو کی

دم مرگ دشوار[1] دی جان اون نے
مگر میر کو آرزو تھی کسو کی

کس طور ہمین کوئی فریبندہ لبھالے — آخر ہین تری آنکھون کے ہم دیکھنے والے

میر اوس سے نہ مل آہ کہ ڈرتے ہین مبادا
بیباک ہے وہ شوخ کہین مار نہ ڈالے

برنگ بوے گل اس باغ کے ہم آشنا ہوتے — کہ ہمراہ صبا ٹک سیر کرتے پھر ہوا ہوتے
سراپا آرزو ہونے نے بندہ کر دیا ہم کو — وگرنہ ہم خدا تھے گر دل بے مدعا ہوتے
فلک اے کاش ہم کو خاک ہی رکھتا کہ ابین ہم — غبار راہ ہوتے یا کسو کی خاکپا ہوتے
الہی کیسے ہوتے ہین جنھین ہے بندگی خواہش — ہمین تو شرم دامنگیر ہوتی ہے خدا ہوتے

چمن یار تیرا ہوا خواہ ہے — گل اک دل ہے جسمین تری چاہ ہے
سراپا مین اوسکے نظر کرکے تم — جہان دیکھو اللہ ہی اللہ ہے
کبھو وادی عشق دکھلایئے — بہت خضر بھی دل مین گمراہ ہے
جہان میر تو رخت اقامت کو باندھ[2] — یہ منزل نہین بے خبر راہ ہے

عشق مین نے خوف و خطر چاہیئے — جان کے دینے کو جگر چاہیئے
شرط سلیقہ ہے ہر اک امر مین — عیب بھی کرنے کو ہنر چاہیئے

اب جو اک حسرت جوانی ہے — عمر رفتہ کی یہ نشانی ہے
خاک تھی موج زن جہان مین اور — ہم کو دھوکا یہ تھا کہ پانی ہے

اوس کے ایفاے عہد تک نہ جیے — عمر نے ہم سے بیوفائی کی

سلہ دشواری سے ۱۲ سلہ نہ چاہیئے ۱۲

وصل کے دن کی آرزو ہی رہی
شب نہ آخر ہوئی جدائی کی

اسی تقریب اوس گلی مین رہے
ملتین ہین شکستہ پائی کی

ہستی اپنی حباب کی سی ہے
یہ نمائش سراب کی سی ہے

نازکی اوس کے لب کی کیا کہیے
پنکھڑی اک گلاب کی سی ہے

بار بار اوس کے در پہ جاتا ہون
حالت اک اضطراب کی سی ہے

نقطۂ خال سے ترا ابرو
بیت اک انتخاب کی سی ہے

مین جو بولا کہا کہ یہ آواز
اوسی خانہ خراب کی سی ہے

میر ان نیم باز آنکھون مین
ساری مستی شراب کی سی ہے

آہ میری زبان پر آئی
یہ بلا آسمان پر آئی

عالم جان سے تو نہین آیا
ایک آفت جہان پر آئی

پھیری آنکھ سے ہے پھر نہ تھا گویا
یہ بلا جس جوان پر آئی

ہم بھی حاضر ہین کھینچیے شمشیر
طبع گر امتحان پر آئی

آتش رنگ گل سے کیا کہیے
برق تھی آشیان پر آئی

طاقت دل برنگ نکہت گل
پھر نہ اپنے مکان پر آئی

تیری گلی سے جب ہم عزم سفر کرینگے
ہر ہر قدم کے اوپر پتھر جگر کرینگے

آزردہ خاطرون سے کیا فائدہ سخن کا
تم حرف سر کروگے ہم گریہ سر کرینگے

گر دلکی تاب و طاقت یہ ہی تو ہمنشین ہم
شام غم جدائی کیونکر سحر کرینگے

گر دل کی بیقراری ہوتی یہی جو اب ہے
تو ہم ستم رسیدہ کاہیکو جینے پاتے

وے دن گئے کہ اوٹھکر جاتے تھے اس گلی مین
اب سعی چاہیے ہے بالین سے سر اوٹھاتے

گر جانتے کہ یون ہی برباد جائین گے تو
کاہیکو خاک مین ہم اپنے تئین ملاتے

شاید کہ خون دل کا پہنچا ہے وقت آخر
تھم جاتے ہین کچھ آنسو راتون کو آتے آتے

اوس سمت کو پلٹتی تیری نگہ تو ساقی
حال خراب مجلس ہم شیخ کو دکھاتے

مت ہو مغرور اگر کہ تجھ مین زور ہے
یان سلیمان کے مقابل مور ہے

مر گئے پر بھی ہے صولت فقر کی
چشم شیر اپنا چراغ گور ہے

تھا بلا ہنگامہ آرا میر بھی
اب تلک گلیون مین اوسکا شور ہے

بات شکوہ کی ہم نے گاہ نہ کی
بلکہ دی جان اور آہ نہ کی

گل و آئینہ ماہ و خور کن نے
چشم اوس چہرہ پہ سیاہ نہ کی

کعبہ سو بار وہ گیا تو کیا
جن نے یان ایک دل مین راہ نہ کی

واداے عشق اوس ستمگر نے
جان فشانی پہ میری واہ نہ کی

جس سے تھی چشم ہمکو کیا میر
اس طرف اون نے اک نگاہ نہ کی

یان سرکشان جو صاحب تاج و لوا ہوئے
پامال ہو گئے تو نہ جانا کہ کیا ہوئے

تجھ بن دماغ صحبت اہل چمن نہ تھا
گل وا ہوئے ہزار ولے ہم نہ وا ہوئے

سر دیکے میر ہمنے فراغت کی عشق مین
ذمہ ہمارے بوجھ تھا بارے ادا ہوئے

اس اسیری کے نہ کوئی اسے صبا پالے پڑے
اک نظر گل دیکھنے کے بھی ہمین لالے پڑے

حسن کو بھی عشق نے آخر کیا حلقہ بگوش
رفتہ رفتہ دلبرونکے کانون مین بالے پڑے

مست نگاہ مست کو تکلیف کر ساقی زیاد
ہر طرف تو بن گلی کوچون مین متوالے پڑے

کیونکہ طے ہو دشت شوق آخر کو مانند سرشک
میرے پاؤن مین تو پہلے ہی قدم چھالے پڑے

رنج کھینچے تھے داغ کھائے تھے
دل نے صدمے بڑے اوٹھائے تھے

۱

پاس ناموس عشق تھا ورنہ
کتنے آنسو پلک تک آئے تھے

وہی سمجھا نہ ورنہ ہم نے تو
زخم چھاتی کے سب دکھائے تھے

کچھ نہ سمجھے کہ تجھ سے یارون نے
کس توقع پہ دل لگائے تھے

میر صاحب رُلا گئے سب کو
کل وے تشریف یان بھی لائے تھے

وقت خوش دیکھا نہ اک دم سو زیادہ دہر مین
خندۂ صبح چمن پر مثل شبنم رویے

شادی و غم مین جہان کے ایک سو دس کا ہی فرق
عید کے دن ہنسیے تو دس دن محرم[سلہ] رویے

عشق مین تقریب گریہ کو نہین درکار میر
ایک مدت صبر ہی کار کیجیے ماتم رویے

سینہ سے تیر اوس کا جی کو تو لیتا نکلا
پر ساتھون ساتھ اُسکے نکلی اک آفرین بھی

شوخی جلوہ اسکی تسکین کیونکہ بخشے
آئینون مین دلونکے جوہر بھی یہ نہین بھی

تکلیف نالہ مت کر ای درد دل کہ ہونگے
رنجیدہ راہ چلتے آزردہ ہمنشین بھی

کس کس کا داغ دیکھین یارب غم بتان مین
رخصت طلب ہی جان بھی ایمان اور دین بھی

نہین وہ قید الفت مین گرفتاری کو کیا جانی
تکلف برطرف بے مہر ہی یاری کو کیا جانے

وہی اک سندرس نالہ سبا کہ مرغ گلشن کو
وہ اس ترکیب نو کی نالہ و تنداری کو کیا جانے

ستم ہے تیری خوی خشمگین پر[سلہ] تک بھی دلجوئی
دل آزاری کی باتین کر تو دلداری کو کیا جانے

گلہ اپنی جفا کا سُن کے مت آزردہ ہو ظالم
نہین تہمت ہے تجھ پر تو جفاکاری کو کیا جانے

سبزہ و لالہ و گل ابر و ہوا ہے مو ہے
ساقی ہم توبہ کے کرنے سے پشیمان ہوئے

خبر نہ تھی تجھے کیا میرے دل کی طاقت کی
نگاہ چشم ادھر تو نے کی قیامت کی

سوال مین نے جو انجام زندگی سے کیا
قد خمیدہ نے سوئے زمین اشارت کی

یارب کوئی ہو عشق کا بیمار نہ ہووے
مر جائے ولے اوسکو یہ آزار نہ ہووے[سلہ]

سلہ محرم مین ۱۲ [illegible] تک یہی یعنی دو راہی ۱۲۔ سلہ ہووے اب نہین بولتے ۱۲

اسواسطے کانپون ہون کہ ہی آہ نپٹ سرد
یہ باد کلیجے کے کہین پار نہ ہووے

صحرائے محبت ہے قدم دیکھکے رکہ میر
یہ سیر سر کوچہ و بازار نہ ہووے

ان دلون نکلے ہے آغشتہ بخون راتون کو
دشمن ہے نالہ کو کسو دل مین اثر کرنے کی

عشق مین تیرے گزرتی نہین بن سر پٹکے
صورت اک یہ ہی رہی عمر بسر کرنے کی

جب نام تیرا لیجیے تب چشم بھر آوے
اِس زندگی کرنے کو کہان سے جگر آوے

کیا جانین وہ مرغانِ گرفتار چمن کو
جن تک کہ بصد ناز نسیم سحر آوے

سمجھے ہے نہ پروانہ نہ تھامے ہے زبان شمع
وہ سوختنی ہے تو یہ گردن زدنی ہے

لیتا ہی نکلتا ہے مرا لخت جگر اشک
آنسو نہین گویا کہ یہ ہیرے کی کنی ہے

اب کر کے فراموش تو ناشاد کروگے
پر ہم جو نہ ہون گے تو بہت یاد کروگے

خوش سرانجام تھے وہ جلد جو ہشیار ہوے
ہم تو اے ہم نفسان دیر خبردار ہوے

جنس دل دونون جہان جسکی بہا تھی اُس کا
اک نگہ مول ہوا تم نہ خریدار ہوے

اُس ستمگار کے کوچہ کے ہوا دارون مین
نام فردوس کا ہم لیکے گنہگار ہوے

میر صاحب سے خدا جانے ہوئی کیا تقصیر
جس سے اِس ظلم نمایانکے سزاوار ہوے

ہم تو اوس کے ظلم سے ہمدم چلے
رہ سکے ہے تو تو رہ یان ہم چلے

ہم ہوئے تم ہوے کہ میر ہوے
اُسکی زلفون کے سب اسیر ہوے

جب کہ پہلو سے یار اوٹھتا ہے
درد بے اختیار اوٹھتا ہے

اب تلک بھی مزار مجنون سے
ناتوان اک غبار اوٹھتا ہے

کیا مری سر چڑہان کا کوئی مائل ایک ہے
سیکڑون ہم خون گرفتہ ہین وہ قاتل ایک ہے

اوس شکار افگن کو کوچہ سے نہین جاتا ہے ظلم
ایک گر جی سے گیا تو نیم بسمل ایک ہے

چشم و ابرو و ناز و خوبی زلف و کاکل خال و خط
دیکھیے کیا ہو بلائین اتنی ہین دل ایک ہے

کہتے ہین گور مین بھی ہین تین روز بھاری
جاوین کدھر الٰہی مارے ہوئے فلک کے

جب تک کڑی اوٹھائی گئی ہم کڑے رہے
ایک ایک سخت بات پہ برسون اڑے رہے

وہ گل کو خوب کہتی تھی ہین اوسکے رو کو تئین
بلبل سے آج باغ مین جھگڑے بڑے رہے

کچھ موج ہوا پیچان اے میر نظر آئی
شاید کہ بہار آئی زنجیر نظر آئی

ڈھونڈھا نہ پایئے جو اسوقت مین سو زر ہے
پھر چاہ جس کی مطلق ہے ہی نہین ہنر ہے

ہر دم قدم کو اپنے رکھ احتیاط سے یان
یہ کارگاہ ساری دوکان شیشہ گر ہے

صید افگنو ہمارے دل کو جگر کو دیکھو
اک تیر کا ہدف ہے اک تیغ کا سپر ہے

اہل زمانہ رہتے ایک طور پر نہین ہین
ہر آن مرتبے سے اپنے انہین سفر ہے

وے دن گئے کہ آنسو روتے تھے میر اب تو
آنکھون مین لخت دل ہے یا پارہ جگر ہے

گور پر میری پس از مدت قدم رنجہ کیا
خاک مین مجھکو ملاکر مہربان بارے ہوئے

پیار کرنے کا جو خوبان ہم پہ رکھتے ہین گناہ
اون سے بھی تو پوچھیے تم اتنے کیون پیارے ہوئے

آج میرے خون پر اصرار ہر دم ہے تمھین
آئے ہو کیا جانیے تم کس کے سنکارے ہوئے

کرے کیا کہ دل بھی تو مجبور ہے
زمین سخت ہے آسمان دور ہے

تمنائے دل کے لیے جان دی
سلیقہ ہمارا تو مشہور ہے

جن جن کو تھا یہ عشق کا آزار مر گئے
اکثر ہمارے ساتھ کے بیمار مر گئے

مرہی جاوینگے بہت ہجر مین ناشاد رہے
بھول تو ہمکو گئے ہو یہ تمھین یاد رہے

دو دن سے کچھ بنی تھی سو پھر شب بگڑ گئی
صحبت ہماری یار سے بے ڈھب بگڑ گئی

باہم سلوک تھا تو اٹھاتے تھے نرم گرم
کاہے کو میر کوئی دبے جب بگڑ گئی

قہد نگر امتحان ہے پیارے — اب تلک نیم جان ہے پیارے
سجدہ کرنے مین سر کٹین ہو جہان — سو ترا آستان ہے پیارے

مہر سودا ابھی کوئی مرتا ہے
جان ہے تو جہان ہی پیارے

زخمون پہ زخم جھیلے داغون پہ داغ کہائی — اک قطرہ خون دل نے کیا کیا ستم اوٹھائے
اس کی طرف کو ہمنے جب نامہ بر چلائے — اون کا نشان نپایا خط راہ مین ہی پائے
خون بستہ جب تلک تھین دریا کی کھڑی تھے — آنسو گرے کروڑون پلکون کو ٹک ہلائے
بڑہتی نہین پلک سی تا ہم تلک بہی پہونچین — پھرتی ہین وہ نگاہین پلکون کے سائی سائے
اک حرف کی بہی مہلت ہم کو نہوی اجل نے — تہا جی مین آہ کیا کیا پر کچھ نہ کہنے پائے
آگے بہی تجہسے تہا یان تصویر کا سا عالم — بیدردی فلک نے وے نقش سب مٹائے
مدت ہوئی تہی اپنے جوش و خروش دل کو — ٹہوکر نے اوس نگہ کی آشوب پہر اٹہائے

قبر عاشق پر مقرر روز جانا کیجیے — جو گیا ہو جان سے اوسکو بہی جانا کیجیے
رات دارو پیجیے پہر وہین پالیست ولعل — یان سحر سردہنے کا ہم سے بہانا کیجیے
اک تمہارے ہونٹھ کے ملنے سے یان ہوتا ہے کام — اتنی اوتنی بات جو ہووے تو مانا کیجیے

مہوشان پوچہین نہ ٹک ہجران مین گر مر جایئے — اب کہو اس شہر ناپرسان سے کیدہر جایئے

غالب کہ یہ دل خستہ شب ہجر مین مر جائے — یہ رات نہین وہ جو کہانی مین گذر جائے
نہ بتکدہ ہے منزل مقصود نہ کعبہ — جو کوئی تلاشی ہو ترا آہ کدہر جائے
یاقوت کوئی ان کو کہے ہے کوئی گلبرگ — ٹک ہونٹ ہلا تو بہی کہ اک بات ٹہہر جائے
مت بیٹھ بہت عشق کے آزردہ دلون مین — نالہ کسی مظلوم کا تاثیر نہ کر جائے

سا — ہوگئی شہر شہر رسوائی — اے مری موت تو بہلی آئی

سلہ بہیجے ۲

یک بیابان برنگِ صوتِ جرس
مجھ پہ ہے بیکسی و تنہائی

طاقت نہین ہے دل مین نہ جی بجا رہا ہے
کیا ناز کر رہے ہو اب ہم مین کیا رہا ہے

جیب اور آستین سے رونے کا کام گزرا
سارا نچوڑ اب تو دامن پہ آرہا ہے

رونے کی جگہہ ہے۔ آہ کرلیے
پھر دل مین نہ رہے اثر نہ ہووے

بیمار رہے ہین اوس کی آنکھین
دیکھو کسو کی نظر نہ ہووے

کرلے نہ پھر اک نگہ سے ساقی
لیکن کسو کو خبر نہ ہووے

رکھ دیکھ کے راہِ عشق مین پاؤن
یان میر کسو کا سر نہ ہووے

آہ جس وقت سر اوٹھاتی ہے
عرش پر برچھیان چلاتی ہے

نازبردارِ لب ہے جان جب سے
تیرے خط کی خبر کو پاتی ہے

اے شبِ ہجر راست کہہ تجھکو
بات کچھ صبح کی بھی آتی ہے

چشمِ بد دور چشمِ تر اے میر
آنکھین طوفان کو دکھاتی ہے

مجھ سا بیتاب ہووے جب کوئی
بیقراری کو جانے تب کوئی

ہان خدا مغفرت کرے اوس کو
صبر مرحوم تھا عجب کوئی

جان دیگو مسیح پر اوس سے
بات کہتے ہین تیرے لب کوئی

بعد میرے ہی ہو گیا سنسان
سونے پایا تھا ورنہ کب کوئی

تڑپنا بھی دیکھا نہ بسمل کا اپنے
مین کشتہ ہون اندازِ قاتل کا اپنے

نہ پوچھو کہ احوال ناگفتہ بہ ہے
مصیبت کے مارے ہوئے دل کا اپنے

دلِ زخم خوردہ کے اور اک لگائی
مدادا کیا خوب گھائل کا اپنے

بنائین رکھین مین نے عالم مین کیا کیا
ہون بندہ خیالاتِ باطل کا اپنے

بیگانہ سا لگی ہے چمن اب خزان مین ہاے
ایسی گئی بہار مگر آشنا نہ تھی

کب تھا یہ شور نوحہ ترا عشق جب نہ تھا
دل تھا ہمارا آگے تو ماتم سرا نہ تھی

وہ اور کوئی ہوگی سحر جو ہوئی قبول
شرمندہ اثر تو ہماری دعا نہ تھی

پژمردہ اسقدر ہین کہ ہے شبہہ ہم کو میر
تن مین ہمارے جان کبھی تھی بھی یا نہ تھی

رات گزری ہے مجھے نزع مین روتے روتے
آنکھین پھر جاینگی اب صبح کے ہوتے ہوتے

کھول کر آنکھ اوڑا دید[۱] جہان کا غافل
خواب ہو جائے گا پھر جاگنا سوتے سوتے

جم گیا خون کف قاتل پہ ترا میر زبس
اون نے رو رو دیا کل ہاتھ کو دھوتے دھوتے

گو موسم شباب کہان گل کسے دماغ
بلبل وہ چہچہے انھین یاران تلک گئے

باری نسیم ضعف سے کل ہم اسیر بھی
سناٹے[۲] ہین جی کی گلستان تلک گئے

پھاڑا تھا جیب پی کے مے شوق نے میر
مستانہ چاک لوٹتے دامان تلک گئے

کہان تک غیر جاسوسی کے لینے کو لگا آوے
الٰہی اس بلا کے ناگہان پر بھی بلا آوے

ترا آنا ہی اب مرکوز ہے ہم کو دم آخر
یہ جی صدقے کیا تھا پھر نہ آوے تن مین یا آوے

حصول کام کا دلخواہ یان ہوا بھی ہے
سماجت اتنی بھی بے سے کوئی خدا بھی ہے

اگر اسبان نھین مری خانقہ مین قابل سیر
صنم کدہ مین تو ٹک آکے دل لگا بھی ہے

تما ہے وہم کہ مین اپنے پیرہن مین ہون
نگاہ غور سے کر مجھ مین کچھ رہا بھی ہے

جو کھولون سینۂ مجروح تو نمک چھڑکے
جراحت اوسکو دکھانے کا کچھ مزا بھی ہے

کہان تلک شب و روز آہ درد دل کہیے
ہر ایک بات کو آخر کچھ انتہا بھی ہے

[۱] دید اب بجائے مہمل مستعمل ہے ۱۲ [۲] یعنے سناٹے ہین ۱۲

غم فراق ہے دنبالہ گرد عیش وصال
فقط مزا ہی نہیں عشق میں بلا بھی ہے

گزار شہر وفا میں سمجھ کے کر مجنون
کہ اس دیار میں میر شکستہ پا بھی ہے

سینہ ہے چاک جگر پارہ ہے دل سب خون ہے
تسپہ یہ جان بلب آمدہ بھی محزون ہے

اس سے آنکھوں کو ملا جی میں ہے کیونکر تاب
چشم اعجاز مژہ سحر نگہ افسون ہے

کیونکہ ہے بادہ لب جو پہ چمن میں رہئے
عکس گل آب میں لکھئے مے گلگون ہے

خون ہر اک رقم شوق سے ٹپکے تھا ولے
وہ نہ سمجھا کہ مرے نامہ کا کیا مضمون ہے

مرے اس رنک کی مرجائیے وہ غافل ہے کیا جانے
گزرنا جان سے آسان[له] بہت مشکل ہے کیا جانے

کب تلک داغ دکھاویگی اسیری مجھکو
مرگئے ساتھ کے میرے تو گرفتار کئی

وہی چالاکیاں ہاتھوں کی ہیں جو اول تھیں
اب گریبان میں مرے رہ گئے ہیں تار کئی

اپنے کوچہ میں نکلیو تو سنبھالے دامن
یادگار مژہ میر ہیں وان خار کئی

نالے جو آج سنتے ہیں سو ہیں جگر خراش
کیا جانیے قفس میں گرفتار کون ہے

مژگان بھی پھر گئیں تری بیمار چشم دیکھ
دکھ درد میں سوائے خدا یار کون ہے

بیکس ہوں مضطرب ہوں مسافر ہوں بیوطن
دوری راہ بن مرے ہمراہ کون ہے

رکھیو قدم سنبھل کے کہ تو جانتا نہیں
مانند نقش پا یہ سر راہ کون ہے

دیکھا کروں تجھی کو منظور ہے تو یہ ہے
آنکھیں نہ کھولوں تجھ بن مقدور ہے تو یہ ہے

نزدیک تجھسے سب ہے کیا قتل کیا جلانا
ہم غمزدوں سے ملنا اک دور ہے تو یہ ہے

روتے ہیں دن کٹے ہے آہ وفغان سے راتیں
گر مشغلہ ہے تو یہ ہے مذکور ہے تو یہ ہے

اب جوں سرشک ان سے پھرنے کی چشم مت رکھ
جو خاک میں ملے ہیں گر کر تری نظر سے

داغ ایک ہو جلا بھی خون ایک ہو بہا بھی
اب بحث کیا ہے دل سے کیا گفتگو جگر سے

له بآسانی ۱۲

آوارہ میر شاید وان خاک ہو گیا ہے
اک گرد اوٹھ چلے ہی گاہ اوسکی رہگزر سے

فتراک سے نہ باندھے دیکھے نہ تو تڑپنا
از بس لہو پیا ہے مین نے غم مین گلرو

کس آرزو پہ کوئی تیرا شکار ہووے
تربت سے میری شاید چشمہ بہار ہووے

نہ اوٹھ تو گھر سے اگر چاہتا ہے ہون مشہور
نگین جو بیٹھا ہے گڑ کر تو کیسا نامی ہے

انجام دل غم کش کوئی عشق مین کیا جانے
ناصح کو خبر کیا ہے لذت سے غم دل کی

کیا جانیے کیا ہوگا آخر کو۔ خدا جانے
ہے حق بطرف اسکے چکھے تو مزا جانے

ہنستے ہو روتے دیکھکر غم سے
تم جو دلخواہ خلق ہو ہم کو
درہمی آگئی مزاجون مین
مفت یون ہاتھ سے نہ کھو ہم کو

چھیڑ رکھی ہے تم نے کیا ہم سے
دشمنی ہے تمام عالم سے
آخر ان گیسوان درہم سے
کہین پیدا بھی ہوتے ہین ہم سے

نالہ عجز نقش الفت ہے
تا دم مرگ غم خوشی کا نہین
دل مین ناسور پھر جدھر چاہے
رونا آتا ہے دمبدم شاید
فتنے رہتے ہین اوسکے سایہ مین
نہ تجھے رحم نے اسے ٹک صبر
تجھ کو مسجد ہے مجھکو میخانہ

رنج و محنت کمال راحت ہے
دل آزردہ گر سلامت ہے
ہر طرف کوچۂ جراحت ہے
کسو حسرت کی دل سے رخصت ہے
قد و قامت ترا قیامت ہے
دلپہ میرے عجب مصیبت ہے
واعظا اپنی اپنی قسمت ہے

میر کی پرسش پہ تری طبع اگر آویگی
محو اس کا نہین ایسا کہ جو چیتے گا شتاب
ابر مست گور غریبان پہ برس غافل آہ

صورت حال تجھے آپ ہی نظر آوے گی
اس کے بیخود کی بہت دیر خبر آوے گی
ان دل آزردون کے جی مین بھی لہر آوے گی

ہنگامِ جلوہ اوس کی مشکل ہے ٹھہرے رہنا
جنون ہے دل کی آفت چشمک بلائے جان ہی

از خویش رفتہ اوس بن رہتا ہے میر اکثر
کرتے ہو بات کس سے وہ آپ مین کہان ہی

ہم گرم رو ہین راہِ فنا کے شرر صفت
ایسے نہ جائینگے کہ کوئی کھوج پا سکے

میرا جو بس چلے تو منادی کیا کرون
تا اب سے دل نہ کوئی کسو سے لگا سکے

کیا دلفریب جائے ہے آفاق ہمنشین ق
دو دن کو یان جو آئے سو برسون بتھا سکے

ستھر ہے اس پہ مردنِ دشوار رفتگان
اپنے جہان سے دل کو نہ آسان اُٹھا سکے

دن کو نہین ہے چین نہ ہی خواب شب مجھے
مرنا پڑا ضرور ترے غم مین اب مجھے

دو حرف اوسکے مُنہ کے تو لکھہ بھیجو شتاب
قاصد چلا ہے چھوڑ کے تو جان بلب مجھے

کیا کرون شرح خستہ جانی کی
مین نے مر مر کے زندگانی کی

حال بدگفتنی نہین میرا
تم نے پوچھا تو مہربانی کی

جس سے کھوئی تھی نیند میرنے کل
ابتدا پھر وہی کہانی کی

جی ٹھہر جائے یا ہوا ہووے
دیکھیے ہوتے ہوتے کیا ہووے

چپ کا باعث ہے بے تمنائی
کہیے کچھ بھی تو مدعا ہووے

مر گئے ہم تو مر گئے۔ تو جیے
دل گرفتہ تری بلا ہووے

عشق کیا ہے۔ درست اے ناصح
جانے وہ جس کا دل لگا ہووے

نہ سنا ہم نے رات اک نالہ
غالبًا میر مر رہا ہووے

کچھہ تو کہہ وصل کی پھر رات چلی جاتی ہے
دن گزر جائے ہین پر بات چلی جاتی ہے

رہ گئے گاہ تبسم پہ گہے بات ہی پر
بارے اے ہمنشین اوقات چلی جاتی ہے

تمنے جو اپنے دل سے بھلایا ہمین تو کیا
اپنے تئین تو دل سے ہمارے بھلایئے

جاتے ہین کیسی کیسی لیے دل مین حسرتین
ٹک دیکھنے کو جان بلبلون کے بھی آئیے

پہنچا تو ہوگا سمع مبارک مین حال میر
اس پر بھی جی مین آوے تو دل کو لگائیے

نہین وسواس جی گنوانے کے
ہائے رے ذوق دل لگانے کے

میرے تغیر حال پر مت جا
اتفاقات ہین زمانے کے

دم آخر ہی کیا نہ آنا تھا
اور بھی وقت تھے بہانے کے

اس کدورت کو ہم سمجھتے ہین
ڈھب ہین یہ خاک مین ملانے کے

دل و دین ہوش و صبر سب ہی گئے
آگے آگے تمھارے آنے کے

ملا غیر سے جا۔ جفا کیا نکالی
اوگت لے کے آخر ادا کیا نکالی

طبیبون نے تجویز کی مرگ عاشق
مناسب مرض کی دوا کیا نکالی

نہین اوس گزرگہ سے آتی ادھر اب
نئی راہ کوئی صبا کیا نکالی

ولا اوسکے گیسو سے کیون لگ چلا تو
یہ اک اپنے جی کی بلا کیا نکالی

دم صبح جون آفتاب آج ظالم
نکلتے ہی تیغ جفا کیا نکالی

لگے دربدر میر چلاتے پھرنے
گدا تو ہوئے پر صدا کیا نکالی

رہی نہ گفتہ میرے دلمین داستان میری
نہ اس دیار مین سمجھا کوئی زبان میری

آج کل بیقرار ہین ہم بھی
بیٹھ جا چلنے ہار ہین ہم بھی

آن مین کچھ ہین آن مین کچھ ہین
تحفۂ روزگار ہین ہم بھی

منع گریہ نہ کر تو اے ناصح
اس مین بے اختیار ہین ہم بھی

گر زخود رفتہ ہین ترے نزدیک
اپنے تو یادگار ہین ہم بھی

میر نام اک جوان سنا ہوگا
اسی عاشق کے یار ہین ہم بھی

ق

اک شخص مجھی سا تھا کہ وہ تجھ پہ تھا عاشق
وہ اوس کی وفا پیشگی وہ اوس کی جوانی

یہ کہہ کے جو رویا تو لگا کہنے نہ کہہ میر
سنتا نہین مین ظلم رسیدونکی کہانی

جا تنگدا زانی کہان آوازِ عود و چنگ ہے
دل کسے نالونکا ان پردونمین کچھ آہنگ ہے

بیستون کھودی سے کیا آخر ہوئی سب کار عشق
بعد ازان اے کوہکن سر ہی ترا اور سنگ ہے

آہ ان خوش قامتون کو کیونکہ بر مین لائیے
جنکے ہاتھون سے قیامت پر بھی عرصہ تنگ ہے

چشم کم سے دیکھ مت قمری تو اس خوش قد کو ٹک
آہ بھی سرو گلستانِ شکستِ رنگ ہے

دہر بھی میر طرفہ مقتل ہے
جو ہے سو کوئی دم مین فیصل ہے

جو تجھ بن نہ جینے کو کہتے تھے ہم
سو اس عہد کو اب وفا کر چلے

کوئی نا امیدانہ کرتے نگاہ
سو تم ہم سے منہ بھی چھپا کر چلے

بہت آرزو تھی گلی کی تری
سو یان سے لہو مین نہا کر چلے

عالم مری تقلید سے خواہش تری کرنے لگا
مین تو پشیمان ہو چکا لوگون کو اب ارمان ہے

اس آرزوے وصل نے مشکل کیا جینا مرا
ورنہ گزرنا جان سے اتنا نہین آسان ہے

کوئی ہو محرم شوخی ترا تو مین پوچھون
کہ بزم عیش جہان کیا سمجھ کے برہم کی

قفس مین میر نہین جوش داغ سینہ پر
ہوس نکالی ہے ہمنے بھی گل کے موسم کی

جس جگہ دورِ جام ہوتا ہے
وان یہ عاجز مدام ہوتا ہے

ہم تو اک حرف کے نہین ممنون
کیسا خطّ و پیام ہوتا ہے

تیغ ناکامون پر نہ ہر دم کھینچ
اک کرشمہ مین کام ہوتا ہے

میر صاحب بھی اوس کے ہان تھے پر
جیسے کوئی غلام ہوتا ہے

بیتا بیون مین تنگ ہم آئے ہین جانسی
اب چھیڑ یہ رکھی ہے کہ عاشق ہو تو کہین
داغون سے ہے چمن جگر میر دہر مین

وقت شکیب خوش کہ گیا درمیان سے
القصہ خوش گزرتی ہے اُس بدگمان سے
اون نے بھی گل چنے بہت اس گلستان سے

چاک پر چاک ہوا جون جون سلایا ہم نے
بعد یک عمر کہین تم کو جو تنہا پایا
دشت و کہسار مین سر مار کے چندی تجھ بن

اس گریبان ہی سے اب ہاتھ اوٹھایا ہم نے
ڈرتے ڈرتے ہی کچھ احوال سنایا ہم نے
قیس و فرہاد کو پھر یاد دلایا ہم نے

کیونکر بجھاؤن آتش سوزان عشق کو
لگ جائے چپ نہ تجھکو تو کہیو عندلیب

اب تو یہ آگ دل سے جگر کو بھی جا لگی
گر بیکلی سے لنے کی ہمین تکلیف نا لگی

کشتہ کا اوس کے زخم نہ ظاہر ہوا کہ میر
کس جائے اُس شہید کے تیغ جفا لگی

کرو توکل کہ عاشقی مین نہ یون کروگے تو کیا کروگے
الم جو یہ ہے تو دردمندو کہان تلک تم دوا کروگے
بلا ہے ایسا طپیدن دل کہ صبر اس پر ہے سخت مشکل
دماغ اتنا کہان رہے گا کہ دست بر دل رہا کروگے
عدم مین ہم کو یہ غم رہے گا کہ اورون پر یہ ستم رہے گا
تمھین تو لت ہے ستانے ہی کی کسو پر آخر جفا کروگے

اوس گلی کی زمین تفتہ سے
دے ہے جنبش جو وانکی خاک کو باؤ

ق

دل جلون کا سراغ نکلے ہے
جگر داغ داغ نکلے ہے

کب اب تم نے سچ نہین مانین جھوٹی باتین غیرونکی
تم ہم کو یو نہین جلائے گئے وے تمکو وہین لگا گئے
خضر جو مل جاتا ہے گا ہے آپ کو بھولا خوب نہین

کھوئے گئے اس راہ کے ورنہ کاہیکو پھر پائے گئے

عمر بھر ہم رہے شرابی سے
دل پُر خون کی اک گلابی سے
کھلنا کم کم کلی نے سیکھا ہے
اوس کی آنکھونکی نیم خوابی سے

ادھر سے ابر اوٹھکر جو گیا ہے
ہماری خاک پر بھی رو گیا ہے
مصائب اور تھے پر دل کا جانا
عجب اک سانحہ سا ہو گیا ہے
مقامِ خانۂ آفاق وہ ہے
کہ جو آیا ہے یان کچھ کھو گیا ہے
کچھ آئے زلف کے کوچہ مین درپیش
مزاج اپنا ادھر اب تو گیا ہے

سرہانے میر کے کوئی نہ بولو
ابھی ٹک روتے روتے سو گیا ہے

آنکھین نہین یان کھلتین ایدھر کو نظر بھی ہے
سُدھ اپنی نہین ہمکو کچھ تم کو خبر بھی ہے
اس منزلِ دلکش کو منزل نہ سمجھیے گا
خاطر مین رہے یان سی درپیش سفر بھی ہے

کب تلک حال یہ جب کوئی تیرا نام لے
عاشقِ بیحال دونون ہاتھ سی دل تھام لے
پہلو سے عاشق نہ بستر سے لگے تو ہے بجا
دل سی آفت ہو بغل مین جسکی کیا آرام لے

کیا کہیے کلی سا وہ دہن ہے
اس بن بھی جو سوچیے سخن ہے
ما لینگی مجھ سے شیشہ جان کی
اوس سنگ سی ہے کہ دل شکن ہے
لطف اسکے بدن کا کچھ نہ پوچھو
کیا جانیے جان ہے کہ تن ہے
ہوے بندِ قبا کھلے تھے شاید
صد چاک گلون کا پیرہن ہے

حرص و ہوس سے باز رہے دل تو خوب ہے
ہے قہر اس کلی کے تئین گر ہوا لگے
مقصود کے خیال مین بہتون نے چھانی خاک
عالم تمام وہم ہے یان ہاتھ کیا لگے

جاگنا تھا ہم کو سو بیدار ہوتے رہ گئے
کاروان جاتا رہا ہم ہائے سوتے رہ گئے

اسیر زلف کرے قید ہی کمند کرے — پسند اوسکی ہے وہ جس طرح پسند کرے

ہمیشہ چشم ہے نمناک ہاتھ دل پر ہے — خدا کسو کو نہ ہمسا یہی دردمند کرے

بڑون بڑونکو جھکائی ہے سر بسان سم — پکڑکے تیغ وہ اپنی اگر بلند کرے

بیان دل کی بھی جلنے کو کر مجلس مین — انگیٹھی کو دے کو ترک گر سپند کرے

سخن یہی ہے جو کہتے ہین شعر میر ہی ہم
زبان خلق کو کس طور کوئی بند کرے

شوق ہم کو کھپائے جاتا ہے — جان کو کوئی کھائے جاتا ہے

ہر کوئی اس مقام مین دس روز — اپنی نوبت بجائے جاتا ہے

کیا کیا ہے فلک کا ہیچ کہ مجھے — خاک ہی مین ملائے جاتا ہے

جائے عبرت ہے خاکدان جہان — ق — تو کہان منہ اٹھائے جاتا ہے

دیکھ سیلاب اس بیابان کا — کیسا سر کو جھکائے جاتا ہے

وہ تو بگڑے ہے میر سے ہر دم
اپنی سی یہہ بنائے جاتا ہے

کعبہ مین جان بلب تھے ہم دوری بتان سے — آئے ہین پھر کے یارو اب کے خدا کے یان سے

آنکھون ہی مین رہے ہو دل سے نہین گئے ہو — حیران ہون یہ شوخی آئی تمہین کہان سے

اتنی بھی بدمزاجی ہر لحظہ میر تم کو
الجھاؤ ہے زمین سے جھگڑا ہے آسمان سے

کس غم مین مجھکو یارب یہ مبتلا کیا ہے — دل ساری رات جیسے کوئی ملا کیا ہے

دل داغ کب نہ دیکھا جی بار کب نہ پایا — کیا کیا نہال خواہش پھولا پھلا کیا ہے

کیا خاک مین ہمین کو ان نے نیا ملایا — ٹیڑھی ہی چال گردون اکثر چلا کیا ہے

سنہ ۵ مین سے ۱۲

ہم گو نہ ہون جہان مین آخر جہان تو ہوگا — تو نے بدی تو کی ہے ظالم بھلا کیا ہے

ہے منہ پہ میر کے کیا گرد ملال تازہ
یہ خاک مین ہمیشہ یون ہی رُلا کیا ہے

کیا تن نازک ہے جانکو بھی حسد جس تن پہ ہے — کیا بدن کا رنگ ہے تہ جسکی پیراہن پہ ہے
گرد جب اُٹھتی ہے اک حسرت سی رہ جاتی ہین کچھ — وحشیان دشت کی آنکھ اس شکار افگن پہ ہے
کون یون ای ترک رعنا زینتِ فتراک تھا — خون سے گلکاری عجب اک زین کو دامن پہ ہے
سر اوٹھانیکی نہین ہے ہم کو فرصت عشق مین — ہر دم اک تیغِ جفائے تازہ یان گردن پہ ہے

تو تو کہتا ہے کہ مین نے اس طرف دیکھا نہین
خون ناحق میر کا یہ کس کی پھر چتون پہ ہے

مرتے ہوئے بھی ہم کو صورت نہ آ دکھائی — وقتِ اخیر اچھا مُنہ کو چھپا کے بیٹھے
جو کفر جانتے تھے عشقِ بتان کو وہی — مسجد کے آگے آخر قشقہ لگا کے بیٹھے
کیا جانتے تیغ اوسکی کب ہو بلند عاشق — یون چاہیئے کہ سر کو ہر دم جُھکا کے بیٹھے
پھولون کی سیج پر سے جو بید ماغ اُٹھے — ق — مسند پہ ناز کی جو تیوری چڑھا کے بیٹھے
کیا غم اوسے زمین پر بے برگ و ساز کوئی — خار و خسک ہی کیون نہ برسون بچھا کے بیٹھے

وادی قیس سے پھر آئے نہ میر صاحب
مرشد کی ڈھیر پر دے شاید کہ جا کے بیٹھے

جاتے ہین قتل گہ سے ترا اختیار ہے — پہر جائین جو گئی ہین سو رہ پُر غبار ہے
ہم آپ سے گئے سو الہی کہان گئے — مدت ہوئی کہ اپنا ہمین انتظار ہے
پیوند مین زمین کا ہوا اُس گلی مین لیک — یون بھی کہا نہ اُن نے کہ یہ کسکا مزار ہے
کبتک ستم کبھو تو دلاسا بھی دیجیئے — بالفرض میر ایسا ہی تقصیروار ہے

کیا کم اُس خورشید رو کی جستجو یارون نے کی — لوہو روتے جون شفق پورب گئے پچھم گئے

جی گیا یان بید ماتی سی انھونکی اور وان
شاید اب ٹکڑون نی دل کے قصد آنکھو نکا کیا
گرچہ ہستی سے عدم تک اک مسافت تھی بعید
سبزہ و گل خوش نشینی اس چمن کی جن کو تھی

بے جبین سی چین گئی نے ابروون سی خم گئے
کچھ سبب تو ہے جو آنسو آتے آتے تھم گئے
پر اٹھے جو ہم یہان سی وان تلک اک دم گئے
سو بھی تو دیکھا گریبان چاک و مژگان نم گئے

رابط صاحب خانہ سے سلوک بہم پہنچا نہ میر
مدتون سی ہم حرم مین تھے پہ نامحرم گئے

کرتا ہے کب سلوک وہ اہل نیاز سے
خاموش رہ سکے نہ تو بڑھ کر بھی کچھ نہ کہہ
یہ کیا کہ دشمنون مین مجھے سانے لگے
مانند شمع ٹپکے ہی پڑتے ہین انسو اشک

گفتار اوسکی کبر سے رفتار ناز سے
ہر شمع کاٹتے ہے زبان دراز سے
کر دیے کسو کو فرج بھی تو امتیاز سے
کچھ جلتے جلتے ہو گئے ہین ہم گداز سے

شاید کہ آج رات کو تھے میکدہ مین میر
کھیلے تھا ایک مغبچہ مُہر نماز سے

تابوت مرا دیر اوٹھا اوسکی گلی سے
تم چھیڑتے ہو بزم مین مجھکو تو ہنسی سے
نالان مجھے دیکھے ہین بتان تپیہ مین خاموش سا

اثبات ہوا جرم محبت کا اسی سے
پر مجھ سے جو ہو جائے سے پوچھو مری جی سے
فریاد ہے اس قوم کی فریادرسی سے

جی رشک سے گئے جو ادھر کو صبا چلی
کیا رنگ و بو و باد سحر سب ہین گرم راہ
تو دو قدم جو راہ چلا گرم اے نگار
فتنہ ہے اس سے شہر مین برپا ہزار جا

کیا کہیے آج صبح عجب کچھ ہوا چلی
کیا ہے جو اس چمن مین ہوا ایسی چلا چلی
مہندی کفک کی آگ دلون مین لگا چلی
تلوار اس کی چال پہ کیا ایک جا چلی

یہ چھیڑ دو جور کش تھے کہان آگے عشق مین
مجھ سے جفا و مہر سے رسم وفا چلی

بوسہ لیکر سرک گیا کل ہین
کوئی تجھ سا ہی کاش تجھکو ملے
سر جھکاؤن تو اور ٹیڑھے ہو

کچھ کہو کام اپنے کام سے ہے
مدعا ہم کو انتقام سے ہے
کیا انھین چڑھ مرے سلام سے ہے

ہشیار کہ ہے راہ محبت کی خطرناک
اک آن مین رعنائیان تیری تو ہین سو سو
عشق آنکھون کے نیچے کیے کیا میر چھپے ہے

مارے گئے ہین لوگ بہت بیخبری سے
کب عہدہ برآئی ہوئی اس شیشہ گری سے
پیدا ہے محبت تری مژگان کی تری سے

ہائے کس حسرت سے شبنم نے سحر رو کر کہا
خوش رہو اے ساکنان باغ اب تو ہم چلے

وہ جو پھرتا ہے مجھسے دُور ہی دُور
تیر ہو نہین نہ تھی شب آتش شوق

ہے یہ تقریب جی کے جانے کی
تھی خبر گرم اوس کے آنے کی

بے رحم وہ فا ہے وہ کیا رسم وفا جانے
دل دھڑکی ہو جاتے کچھ بتخانہ سے کعبہ کو
ہے محو رخ اپنا تو آئینے مین ہر ساعت
پھر اسکی بندھی مٹھی اس باغ مین گزری ہے

الفت سے محبت سے مل بیٹھنا کیا جانے
اس راہ مین پیش آوے کیا ہمکو خدا جانے
صورت ہے جو کچھ دل کی سو تیری بلا جانے
جو زخم جگر اپنے جون غنچہ چھپا جانے

دلین پھرتے ہین خال وخط وزلف
شور بازار مین ہے یوسف کا
ہر حسینون پہ کہین نہ بٹ جاوے

مجھکو اک سر ہزار سودا ہے
وہ بھی آنکلے تو تماشا ہے
دل صفوف مژہ مین تنہا ہے

بے زبان جو کہتے ہین مجھکو سو چپ رہ جائینگے
ہم نہ کہتے تھے کہ نقش اوسکا نہین نقاش سہل

معرکہ مین حشر کے گر بات کی رخصت ہوئی
چاند سارا لگ گیا تب ہم نے صورت ہوئی

کم کسو کو میر کی بیت کی ہاتھ آئی نماز
نقش پر اوس بے سروپا کے بلا کثرت ہوئی

اوس شوخ ستمگر کو کیا کوئی بھلا چاہے
جو چاہنے والے کا ہر طور برا چاہے

رنگ گل و بوے گل ہوتے ہیں ہوا دونون
کیا قافلہ جاتا ہے جو تو بھی چلا چاہے

ہم میر ترا مرنا کیا چاہتے تھے لیکن
رہتا ہے ہوئے بن کب جو کچھ کہ ہوا چاہے

ہم طور عشق سے تو واقف نہین ہین لیکن
سینہ مین جیسے کوئی دل کو ملا کرے ہے

اوس بت کی کیا شکایت راہ و روش کی کریے
پردہ مین بدسلوکی ہم سے خدا کرے ہے

سمجھا ہے یہ کہ مجھکو خواہش ہے زندگی کی
کس ناز سے معالج میری دوا کرے ہے

ق

گہہ سرگزشت اون نے فرہاد کی نکالی
مجنون کا گاہے قصہ بیٹھا کہا کرے ہے

ایک آفت زمان ہے یہ میر عشق پیشہ
پردہ مین سارے مطلب اپنے ادا کرے ہے

یار بن تلخ زندگانی تھی
دوستی مدعی جانی تھی

لطف پر اوسکے ہمنشین مت جا
کبھو ہم پر بھی مہربانی تھی

شیب مین فائدہ تامل کا
سوچنا تب تھا جب جوانی تھی

کوئی قاتل سے بچکے نکلا خضر
اہی مین اسکی زندگانی تھی

جفا اوسکی نہ پہنچی انتہا کو
دریغا عمر نے کی بیوفائی

نہ تھا جب درمیان آئینہ تب تک
تھی اک صورت کہ ہو جاے صفائی

وہ کہان دھوم جو دیکھی گئی چشم تر سے
ابر کیا کیا اوٹھے ہنگامہ سے کیا کیا برسے

ڈھب کچھ اچھا نہین یہ ہم زدن مژگان کا
کاٹ ڈالے گا گلا اپنا کوئی خنجر سے

مرا دل پیر مرشد ہے مجھے ہے اعتقاد اوس سے
فراموش آپکو کرنا محبت مین ہے یاد اوس سے

بلا انداز ہے اوس کا قیامت ناز ہے اسکا
اٹھے فتنے ہزار اوس سے ہوئے لاکھون فساد اوس سے

ادھر تو منہ کرے ہے میر ادھر لگتا نہ جی چپنے
کہان تک ابتو اپنا اٹھ گیا ہے اعتقاد اوس سے

یا پہلے وے نگاہین جن سے کہ چاہ نکلے — یا اب کی وے ادائین جو دل سے آہ نکلے
کیونکر نہ چپکے چپکے یون جان سے گزرئیے — کہئیے جو تھا سُلوک اُس سے باتون کی راہ نکلے
رکھتے تو ہو مکدر پر اوس گھڑی سے ڈریو — جب خاک منہ پہ ملکر یہ روسیاہ نکلے

کتنے روزون سے نہ سونیکے ہین نہ کھانیکے — دل جو یہ ہے تو ہم آرام نہین پانے کے
آہ کیا سہل گزر جاتے ہین جی سے عاشق — ڈھب کوئی سیکھ لے ان لوگون سے مر جانیکے
جمع کرتے ہو جو گیسوے پریشان کو مگر — ہوتے در دہین کوئی تازہ بلا لانیکے
کاہیکو آنکھ چھپاتے ہو یہی ہے گر حال — ایک دو دن مین نہین ہم ہی نظر آنیکے

مستی مین جا و بیجا مدنظر کہان ہے
بیخود ہین اوسکی آنکھین اونکو خبر کہان ہے

بو سے گئے کملائے جاتے ہو نزاکت ہائی رے — ہاتھ لگتے میلے ہوتے ہو لطافت ہائی رے
شور اوٹھتا ہے جو ہوتے جلوہ گر ہو ناز سے — کھینچنا قد کا بلا آفت قیامت ہائے رے
عشق مین افسوس سا افسوس اپنا کر چکے — زیر لب کہتے رہے ہم ایک مدت ہائی رے

دیکھنے ہی کے ہے قابل یار کی ترکیب میر
واہ وا رے چشم و ابرو قد و قامت ہائی ری

کہا رنگ مین شوخی ہے اوسکی تن نازک کی — پیراہن اگر پہنے تو اوس پہ بھی تنہ بیٹھے
سر گل سے اٹھایا تھا اس باغ مین سو دیکھا — کیا ناز سے یان کوئی کج کرکے کلہ بیٹھے

کچھ سمجھتے نہین ہمارا حال — تم سے بھی اے بتان خدا سمجھے
غلط اپنا کہ اوس جفا جو کو — سادگی سے ہم آشنا سمجھے
میر صاحب کا ہر سخن ہے رمز — بے حقیقت ہے شیخ کیا سمجھے

یا بادۂ گلگون کی خاطر سے ہوس جاوے
یا ابر کوئی آوے اور آکے برس جاوے

میر دریا ہے سُنے شعر زبانی اوس کی
اللہ اللہ رے طبیعت کی روانی اوسکی

بات کی طرز کو دیکھو تو کوئی جادو تھا
پر ملی خاک مین کیا سحر بیانی اوسکی

اوس کا وہ عجز تمہارا یہ غرور خوبی
منتین اون نے بہت کین پہ نمانی اوسکی

سرگذشت اپنی کس اندوہ سے کہتا تھا
سو گئے تم نہ سُنی آہ کہانی اوسکی

اب گئے اوسکی جز افسوس نہین کچھ حاصل
حیف صد حیف کہ کچھ قدر نہ جانی اوسکی

وفا لوگ آپس مین کرتے تھے آگے
یہ رسم کہن آہ تم نے مٹا دی

ملے قصرِ جنت مین پیر مغان کو
ہمین زیر دیوار میخانہ جا دی

وہی سوزش مرے پر بھی ہے اب تک ساتھ یان میرے
ہما کے آشیانہ مین جلے ہین استخوان میرے

عزیزان غم مین اپنے یوسف گم گشتہ کے ہر دم
چلے جاتے ہین آنسو کاروان در کاروان میرے

تمھاری دشمنی ہم دوستون سے لانہایت ہے
دگرنہ انتہا کینے کو بھی ہے مہربان میرے

کہان تک سر کو دیوارون سے یون مارا کرے کوئی
رکھون اِس در پہ پیشانی نصیب ایسے کہان میرے

جنون کا عبث میرے مذکور ہے
جوانی دوانی ہی مشہور ہے

کہو چشم خونبار کو چشم تم
خدا جانے کب کا یہ ناسور ہے

فلک پر جو مہر ہے تو روشن ہے یہ
کہ مُنہ سے ترے نسبت دور ہے

ستم ہین ہمارے قسم ہے تمھین
کرو صرف جتنا کہ مقدور ہے

آج کچھ بیتاب ہے وہ بھی
کیا ہی مستِ شراب ہے وہ بھی

مین ہی جلتا نہین بیدا دل سے
دور مجھ سے کباب ہے وہ بھی

سائلِ بوسہ سب گئے محروم
ایک حاضر جواب منہ ہے وہ بھی

وہم جس کو محیط سمجھا ہے
دیکھیے تو سراب ہے وہ بھی

کم نہیں کچھ صبا سے اشکِ گرم
قاصدِ پرشتاب ہے وہ بھی

حسن سے دردِ دل نہیں خالی
زلف پُر پیچ و تاب ہے وہ بھی

خانہ آباد کعبہ میں تھا میر
کیا خدائی خراب ہے وہ بھی

کی سیر ہم نے سینۂ یکسر فگار کی
ان لختہ سینے ہی اب کے قیامت[۱] بہار کی

کیا جانوں چشمِ تر سے ادھر دل پہ کیا ہوا
کس کو خبر ہے میر سمندر کے پار کی

وزدیدہ نگہ کرنا پھر آنکھ ملانا بھی
اس لوٹتے دامن کو پاس آ کے اٹھانا بھی

پامالیِ عاشق کو منظور رکھے جانا
پھر چال کڈھب چلنا ٹھوکر نہ لگانا بھی

برقع کو اٹھا دینا پر آدھے ہی چہرے سے
کچھ منہ کو چھپانا بھی کچھ جھمکی دکھانا بھی

دیکھ آنکھیں مری نیچی ایک مارنا پتھر بھی
ظاہر میں ستانا بھی پردہ میں جتانا بھی

ان دلبروں کو دیکھ لیا بے وفا ہیں یے
بے دید و بے مروت و نا آشنا ہیں یے

اب حوصلہ کرے ہے ہمارا بھی تنگیاں
جانے بھی دو انھوں کے تئیں کیا خدا ہیں یے

کیا جانو میر صاحب و قبلہ کے ڈھب کو تم
خوبی مسلّم ان کی و لے بد بلا ہیں یے

یاں ہم برائے بیت جو بے خانماں رہے
سو یوں رہے کہ جیسے کوئی میہماں رہے

تھا ملک جن کے زیرِ نگیں صاف مٹ گئے
تم اس خیال میں ہو کہ نام و نشاں رہے

مقصود گم کیا ہے تب ایسا ہے خبط اب
چکر میں ورنہ کاہے کو یوں آسماں رہے

کیا حال بیان کریے عجب طرح پڑی ہے
وہ طبع تو نازک ہے کہانی یہ بڑی ہے

[۱] بہار دکھائی ۱۲

ایسا نہ ہوا ہوگا کوئی واقعہ آگے
اک خواہش دل ساتھ مری جیتی گڑی ہے

زلف ہی درہم نہیں ابرو بھی پرخم اور ہے
یان تلف ہوتا ہے عالم وان سو عالم اور ہے

جی تو جاتے کاہیں اندوہ ہی ہے ایک میر
حشر کو اوٹھنا پڑے گا پھر یہ اک غم اور ہے

الہی کہان منہ چھپایا ہے تو نے
ہمیں کھو دیا ہے تری جستجو نے

جو خواہش نہ ہوتی تو کاہش نہ ہوتی
ہمیں جی سے مارا تری آرزو نے

تری چال ٹیڑھی تری بات روکھی
تجھے میر سمجھا ہے یان کم کسو نے

یہ رات ہجر کی یان تک تو دکھ دکھاتی ہے
کہ شکل صبح مری سب کو بھول جاتی ہے

چمن کو یاد کر مرغ قفس فریاد کرتا ہے
کوئی ایسا ستم دنیا میں اے صیاد کرتا ہے

ہوا خانہ خراب آنکھوں کا اشکوں سے تو بر جا ہے
رہ سیلاب میں کوئی بھی گھر بنیاد کرتا ہے

گوشت سے یان لب پہ آئی ہے
ہم نے کیا چوٹ دل پہ کھائی ہے

لکھتے رقعہ لکھے گئے دفتر
شوق نے بات کیا بڑھائی ہے

سیر کی ہم نے ہر کہیں پیارے
پھر جو دیکھا تو کچھ نہیں پیارے

قصد ہے کعبہ کا لیکن سوچ ہے
کیا ہے منہ جو اوسکے در پہ جائیے

دل مرا مضطرب نہایت ہے
رنج و حرمان کی یہ ہدایت ہے

ہر طرف بحث تجھ سے ہے اے عشق
شکر تیرا تری شکایت ہے

دہر کا ہو گلہ کہ شکوۂ چرخ
اوس ستمگر ہی سے کنایت ہے

کب ملے میر ملک داروں سے
وہ گدائے شہ ولایت ہے

لخت دل قطرۂ خون ٹکڑے جگر ہو ہو کر
کیا کہوں میں کہ مری آنکھوں سے کیا نکلے ہے

پارسائی دھری رہ جائیگی مسجد میں شیخ
جو وہ اس راہ کبھو مستی میں آ نکلے ہے

بنتی ہے سامنے اسکے کبھو سجدہ ہی ولے
جی سمجھتا ہے جو اس ہیت میں ادا نکلے ہے

اجر ہے خالی نہیں عشق میں مارے جانا
دے ہے جو سر کوئی کچھ یاں سے بھی پا نکلے ہے

لگ چلی ہے مگر اس گیسوئے عنبر بو سے
ناز کرتی ہوئی اس راہ صبا نکلے ہے

سوز سینہ کا بھی دلچسپ بلا ہے اپنا
داغ ہو نکلے ہے چھاتی سے لگا نکلے ہے

کیا فریبندہ ہے رفتار ہے کینہ کی جدا
اور گفتار سے کچھ پیار جدا نکلے ہے

ایسا بچا نہیں دل میر کا جو رہ نہ سکے
چلتا پھرتا کبھو اوس پاس بھی جا نکلے ہے

شور کیا جو اوس کی گلی میں رات کو میں سب جان گئے
آہ و فغاں کے طور سے میرے لوگ مجھے پہچان گئے

کیسے سلوک اونھوں نے کئے کیا جیسے تجاہل کی ہے نئی
نکلے تھے اس رستہ سو وے جان کے بھی انجان گئے

اب تک تو بھی اچھی اب دیکھئے پیری ہے
سب لوگوں میں ہیں لاگیں یاں تجھ فقیری ہے

اب نیند کیونکہ آوے گرمی سے عاشقی کی
دل ہے جدھر وہ پہلو سارا جلا دیا ہے

آنکھوں کی کچھ حیا تھی سو موند لیں ادھر سے
پردا جو رہ گیا تھا وہ بھی اوٹھا دیا ہے

کیا بے نمک ہوا ہے پروانہ سا کہ جل کر
رہ رہ کے ہم جلے تو ہم کو مزا دیا ہے

عالم شکار ہے وہ اس سن میں میر اوسکو
ڈھب جان مارنے کا کن نے بتا دیا ہے

ہم چمن میں گئے تھے وا نہ ہوئے
نکہت گل سے آشنا نہ ہوئے

سر کو سے فرو نہیں آتا
حیف بندے ہوئے خدا نہ ہوئے

خوار و زار و ذلیل و بے عزت — عاشق اوسکے ہوئے سو کیا نہ ہوئے

تمھارے ہاں کون گھر جانیکو عاشق کا نہین اٹھتے — تم آؤ تو نہین آنکھون پہ سر پر اپنے جا دیوے

لڑائی ہی رہی روز و شبین باہم بیدماغی سے — گلے سے اوسکے ہمکو عید اب شاید ملا دیوے

شائستۂ رحم و ستم یار ہم ہوئے — عاشق کہان ہوئے کہ گنہگار ہم ہوئے

کی عرض جو متاع امانت ازل سے بیچ — سیدا اور لے سکے نہ خریدار ہم ہوئے

پامال یون کیا کہ برابر ہین خاک سے — کیا ظلم ہوگیا جو طلبگار ہم ہوئے

ہوتا نہین ہے بیخبری کا مآل خوب — افسوس ہے کہ دیر خبردار ہم ہوئے

ان دو ہی صورتون مین مشکل اب نباہ کی ہے — یا صبر ہم کو آوے یا رحم اوسکو آوے

کچھ زخم کھل چلے ہین کچھ داغ کھل رہے ہین — اسکے بہار دیکھین کیا کیا شگوفے لاوے

طاعت کا تو تب ہی جب ڈھب نہین ہے تو لٹو — چھوڑے نماز واجب گر میر وقت پاوے

بہار آئی نکالو مت مجھے اسکے گلستان سے — مراد من ہے تو باندہ دو گل کے گریبان سے

محبت مین کسو کی رنج و محنت سے گئے دو تو — رہی شرمندگی ہی عمر بھر مجھکو دل و جان سے

خدا جانے کہ دل کس خانہ آباد ان کو دی بیٹھو — کھڑی تھے میر صاحب گھر کے دروازہ پہ حیران سے

برسون تک جی کو مار مار رہے — رات دن ہم امیدوار رہے

وصل یا ہجر کچھ ٹھہر جاوے — دل کو اپنے اگر قرار رہے

اسکی آنکھون کی مستی سے عاشق — چاہیئے یون کہ ہوشیار رہے

دل لگے پر رہا نہین جاتا — رہیے اپنا جو اختیار رہے

کیا ہے نمود مردم جو کہیے دیکھیو تم — مژگان بہم زدن مین جاتے رہو نظر سے

مت بیچ کھینچ مل کر ہشیار مردمان سے — اوسکی خبر ملیگی ایک آدھ بیخبر سے

برق و شرار و شعلہ و پروانہ سب ہیں یے ۔ جون ہم جلا کرے ہیں بھلا جلتے کب ہیں یے

غربت پہ مہربان ہوئے میری سو یہ کہا
ان کو غریب کوئی نہ سمجھے غضب ہین یے

یار کا جور و ستم کام ہی کر جاتا ہے ۔ کتنا جی عاشق بے تاب کا مر جاتا ہے
جیسے گرداب ہے گردش مری ہر جا ہر طرف ۔ شوق کیا جانے لیے مجھکو کدھر جاتا ہے
واسطہ شہر تنک آب ہے مانند حباب ۔ ٹک ہوا لگتی ہے اوسکو تو ابکھر جاتا ہے

آن اوس دلبر شیرین کی چھری شہد کی ہے
عاشق ایک آن ہی مین جی سے گزر جاتا ہے

تر نہار نہ جا پرورش دور زمان پر ۔ مرنے کے لیے لوگون کو تیار کرے ہے
کیا عشق مین ہم اوسکے ہوئے خاک برابر ۔ کب اپنے تئین یون کوئی ہموار کرے ہے

کیونکر نہ ہو تم میر کے آزار کے درپے
یہ جرم ہے اوس کا کہ تمھین پیار کرے ہے

دشمنون سے رو برو دشنام ہے ۔ یہ بھی کوئی لطف بے ہنگام ہے
بزم مین پوچھا تو یون انجان ہو ۔ میر ان لوگون مین کس کا نام ہے
دل عجب نسخہ تصوف ہے ۔ ہم نہ سمجھے بڑا تاسف ہے
یان تو تکلیف ہی کھینچی تکلیف ۔ وان وہی اب تلک تکلف ہے

مرگ کب منزل مراد ہے میر
یہ بھی اک راہ کا توقف ہے

[illegible] پلکون کو بے ٹھوکر سے جو فتنے جگا نکلی ۔ طرح آتی ہے اس قد کو قیامت سر پہ لانے کی
کہو [illegible] زیر لب کیا دیکھکر ہم ناتوانون کو ۔ ہماری جان مین طاقت نہین باتین اٹھانے کی
اگر [illegible] کرے یاری تو مر بیٹے کربلا جا کر ۔ عجب اپنے کفن کی خاک ہو اوس آستانے کی

کسو سے آنکھ کے ملتے ہی اپنی جان دے بیٹھے — نئی یہ رسم ہم جانتے ہین چھوڑے دل لگانیکی
جہاں ہم آئے چہرہ پر بکھیرے بال جا سوئے — ادا کرتے ہو تم کیا خوب ہم سے مُنہ چھپانیکی
مسین بھیگی ہین اسکی سبزہ خط کی بدایت ہی — مسیح و خضر کو پہنچی بشارت زہر کھانیکی
بگولا کوئی اوٹھتا ہے کہ آندھی کوئی آتی ہے — نشانِ یادگاری ہے ہمارے خاک اوڑانیکی
کرے ہے داغ اس کا عید کو سب سے گلے ملنا — او گت لی ہے نئی یہ بہری چھاتی کے جلانیکی

غزل ایک اور بھی اس گل زمین مین فصل ہی کہی
ہوئی ہے ابتو خواہ آخر ہین باتین بنانیکی

بات کیا آدمی کی بن آئی — آسمان سے زمین نپوائی
چرخ زن اسکے واسطے ہے مدام — ہو گیا دن تمام رات آئی
ماہ و خورشید و ابر و باد سبھی — اوسکے خاطر ہوئے ہین سودائی
کیسے کیسے کیے تردد جب — رنگ رنگ اوسکو چیز پہنچائی
اسکو ترجیح سب کے اوپر دی — لطف حق نے کی عزت افزائی
حیرت آتی ہے اسکی باتین دیکھ — خودسری خودستائی خودرائی
شکر کے سجدون مین یہ واجب تھا — یہ بھی کرتا سدا جبین سائی

بتونکے جرم والفت پر ہمین زجر و ملامت ہی
مسلمان بھی خدا لگتی نہین کہتے قیامت ہی

نقد دل غفلت سی کھویا راہ کھوٹی کر گئے — کاروان جاتا رہا ہم خواب ہی مین مر گئے
واعظِ ناکس کی باتون پر کوئی جاتا ہے میر — آؤ میخانے چلو تم کس کے کہنے پر گئے

خدا پھرایا گلیون گلیون سر مارے دیوارون سے
کیا کیا ان نے سلوک کیے ہین شہر کے عزت دارون سی

ہے بلا دھوم دل تڑپنے کی — ایسا ہوتا نہیں ہے اودھم بھی

کچھ نہیں اور دیکھیں ہیں کیا کیا ۔ خواب کا سا ہے بیان کا عالم بھی

لطف ہے کیا انواع ستم جو اوسکے کوئی بیان کرے
گوش زد اکدن ہو وین کہیں تو بے لطفی سے زبان کرے

آتش خو مغرور سے ویسے ٹھہرہ برا کیا عاشق ہو
دل کو جلا دے منت رکھے جی مارے احسان کرے

اے کاش کوئی جاکر کہہ آوے یار سے بھی ۔ یا ان کام جا چکا ہے اب اختیار سے بھی

جہان وہان سے گزرا ہیں میر جنکی خاطر
بچکر نکلتے ہیں وے بہرے مزار سے بھی

دنیا کی قدر کیا جو طلبگار ہو کوئی ۔ کچھ چیز مال ہو تو خریدار ہو کوئی
چپکے ہیں ہم تو حیرت حالات عشق سے ۔ کریے بیان جو واقف اسرار ہو کوئی

کیا اضطراب دل سے کہے میر سر عشق
یہ حال سمجھے وہ جو گرفتار ہو کوئی

مدت سے ہمکو بھول گئے ہو یاد کرو تو بہتر ہے ۔ تم حرمان کا کب تک کھینچیں شاد کرو تو بہتر ہے
پہنچا ہوں نہیں دوری سے مرنیکے نزدیک آخر تو ۔ قید حیات سے بندہ کو آزاد کرو تو بہتر ہے
جو کریگا حق ہیں مرے خوبی ہے دیری اس ہی ہیں نا ۔ داد کرو تو بہتر ہے بیداد کرو تو بہتر ہے

عشق ہیں دم مارا نہ کبھو تم چپکے چپکے میر کبھو
تو ہو منہ سے ملکر اب فریاد کرو تو بہتر ہے

موسم ہے نکلے شاخوں سے پتے ہرے ہرے ۔ یہ دھوم چمن ہیں پھولوں سے دیکھے بھرے بھرے
آگے کسو کے کیا کریں دست طمع دراز ۔ وہ ہاتھ سو گیا ہے سرہانے دھرے دھرے
مرتا تھا ہیں تو باز رکھا مرنے سے مجھے ۔ یہ کہہ کے کوئی ایسا کرے ہے ارے ارے

گزرے بیان مصرع ملے ہے تامل

افسوس میر تم نے کیا سیر سرسری کی

عہد شباب کی تو فرصت تھی ایک چشمک
یون میر تو نظر اپنا برسون کہا کرین گے

مژگان بہم نہ دن مین جاتی رہی جوانی
اب رات کم ہے سو تو بس ہو چکی کہانی

وقت بیان کم ہے چاہیئے آدم
ہے تو یک قطرہ خون ہی لیکن

کرنا جو کچھ ہو سو شتاب کرے
قہر ہے دل جو اضطراب کرے

میر او تجھ بتکدے سے کعبہ گیا
کیا کرے جو خدا اغراب کرے

آمد و رفت دم کے اوپر ہم نے بنائے زیست رکھی

دم سو ہوا ہے آوے نہ آوے کس کو بھروسا دم کا ہے

دل کی نہین بیماری ایسی جس مین ہو امید بہی
کیا سنبھلے گا میر ستمکش وہ تو مارا غم کا ہے

رنج کی اوس کے جو خبر گزرے
راہ جانان سے ہے گزر مشکل

رفتہ وارفتہ اس کا مر گزرے
جان ہی سے کوئی مگر گزرے

اس وحشت سے غبار ہمارا نہ ٹک اٹھا
آنے سے اسطرف کے تری مین ذ غفلت کیا
رہنا گلی مین اوسکے نہ جیتے جی ہو سکا
عیب آدمی کا ہے جو رہے اس دیار مین

ہم خانمان خراب نہ جانا کدھر رہے
شکوہ بھی اوس سے کیجیئے جس کو خبر رہے
نا چار ہو کے وان جو گئے اب سو مر رہے
مطلق جہان نہ میر رواج ہنر رہے

دل مین درد جگر مین تپیدن سر مین شور آشفتہ دماغ

کیا کیا رنج اٹھائے گئے ہین جب سے اون سے جدائی ہوئی

ایسی بلائین سر پر ہین تو آج موئے کل دوسرا دن

یاری ہوئی بیماری ہوئی درویشی ہوئی تنہائی ہوئی

کہنا جو کچھ جس سی ہوگا سامنے میر کہا ہوگا
بات نہ دل مین پھر گئی ہوگی منہ پر بیسری آئی ہوئی

تجھ کو مارا بھلا کیا تو نے ... بر وفا کا برا کیا تو نے
حسرتین اوس کی سر پٹکتی ہین ... مرگ فرہاد کیا کیا تو نے

یہ راہ و روش سرو گلستان مین نہ ہوگی ... اس قامت دلچسپ کا انداز دگر ہے

سب جانتے ہین رشد مرا بون تو برا ہی میر
شاید یہی اک عیب ہے بالغ کہ ہنر ہے

نہ بک شیخ اتنا بھی واہی تباہی ... کہان رحمت حق کہان بیگناہی
مجھے میر تا گور رکھنا ہا دیا تھا ... تمنائے دل نے تو یان تک نباہی

او ٹھے ہے گرد معشوقانہ اس تربت سے عاشق کی ... کبھو ٹک جسکے اوپر وہ سراپا ناز آتا ہے

دل بھی بھرا رہتا ہی میرا جی بھی رندھا کچھ جاتا ہے ... کیا جانون مین روؤن گا کیسا دریا چڑھتا آتا ہے

گردش دنون کی کم نہ ہوئی کچھ کڑے ہوئے ... روڑی رکھے غریبون نے تو دن بڑے ہوئے
گرمی سے کوئی یار مین جاوے تو جا نسیم ... ایسا نہ ہو کہ اوکھڑ ہین کہین دل گڑے ہوئے
آئے ہو بعد صلح کبھو ناز سے تو یان ... منہ پھیر ادھر سے بیٹھے ہو جیسے لڑے ہوئے
ہم زیر تیغ بیٹھے تھے پر وقت قتل میر ... وے ٹک ہمارے پاس نہ آکر کھڑے ہوئے

ہم پہ خشم و خطاب ہے سو ہے ... وہی ناز و عتاب ہے سو ہے
گر یہ گھبرا کے لب پہ آئی و لے ... جان کو اضطراب ہے سو ہے
زلفین اوسکی ہوا کرین برہم ... ہم کو بھی پیچ و تاب ہے سو ہے
شہر مین دربدر پھرے ہے عزیز ... میر ذلت کا باب ہے سو ہے

گلستان کے ہین دو تو ن پلے بھرے ... بہار اس طرف اوسطرف ابر ہے
دو کعبہ پر کفر بکتا ہے میر ... مسلمان نہین وہ کہن گبر ہے

اس تک کوشش سے بھی نہ پہنچے جان سے آخر سارے گئے
عاشق اِس کے قامت کے سب بالا بالا مارے گئے

ٹھہرے ہین ہم تو مجرم ٹک پیار کر کے تم کو
تم سے بھی کوئی پوچھے تم کیون ہوئے پیارے

کرتا ہے ابر نیسان یہ ذرِ دہن صدف کا
منھ جو کوئی پیارے ایسے کتنے پیارے

داد فریاد جا بجا کریے
شاید اوسکے بھی دل مین جا کریے

دیکھین کب تک رہے ہے یہ صحبت
گالیان کھائیے دعا کریے

کچھ کہین تو کہے ہے یہ نہ کہو
کیونکر اظہار مدعا کریے

اتفاق اون کا مار ڈالے ہے
ناز و انداز کو جدا کریے

وہ نہین سرگزشت سنتا میر
یون کہانی سی کیا کہا کریے

گرچہ نظر ہے لثبت یا پر لیکن قہر قیامت ہے
گرچہ بانی ہی دل مین ہماری آنکھ اوسکی شرمائی ہوئی

چتون کے انداز سے ظالم ترک مروت پیدا ہے
اہل نظر سے چھپتی نہین ہی آنکھ کسو کی چھپائی ہوئی

میر کا حال نہ پوچھو کچھ تم کہنہ رباط سی پیری مین
رقص کنان بازار مین آئے عالم مین رسوائی ہوئی

جو کوئی خستہ جگر عشق کا آزاری ہے
جی چکا وہ کہ یہ ہبطرح کی بیماری ہے

کاروان گاہ جہان مین نہین رہتا کوئی
جس کے ہان دیکھتے ہین چلنے کی تیاری ہے

جرم بے جرم کھنچی رہتی ہے جس کی شمشیر
اوس ستمگار جفا جو سے ہمین یاری ہے

آنکھ مستی مین کسو پر نہین پڑتی اوسکی
یہ بھی اوس سادہ پُرکار کی ہشیاری ہے

کافر کا بھی رویہ ہوتا نہین ہے ایسا
ٹھوکر لگا کے چلنا کس دین مین روا ہے

بندہ کا دل سجا ہے۔ جاتا ہون شاد ہر جا
جب سی سنا ہے مین نے کیا غم ہی جو خدا ہے

پائے ثبات کس کا ٹھہرا ہے اس کے دیکھے
ہے ناز اک قیامت انداز اک بلا ہے

خط اُس کو لکھ کے غم سے بیخود ہوا ہوں یعنی — قاصد کے بدلے یاں سے جی ہی مرا چلا ہے
شوخی سے اوسکے درہم برہم جہاں ہے سارا — ہنگامہ قیامت اوس کی کوئی ادا ہے

جو ہے سو میر اوس کو میرا خدا کہے ہے
کیا خاص نسبت اُس سے ہر فرد کو جدا ہے

دل پہلو مین ناتوان بہت ہے — بیمار مرا گران بہت ہے
پھر آن شکیب مین کمی ہے — بیتابی زبان زبان بہت ہے
مقصود کو دیکھین پہنچیے کب تک — گردش مین تو آسمان بہت ہے
جان بخشی غیر ہی کیا کر — مجھکو یہی نیم جان بہت ہے
اکثر پوچھے ہی جیتے ہین میر — اب تو کچھ مہربان بہت ہے

نالہ جب گرم کار ہوتا ہے — دل کلیجے کے پار ہوتا ہے
مار رہتا ہے اوس کو آخر کار — عشق کو جس سے پیار ہوتا ہے
بیقراری ہو کیون نہ چاہت مین — ہم وگر کچھ قرار ہوتا ہے
آہ کس جائے بار کھولا میر — ہاں تو جینا بھی بار ہوتا ہے

صاحب ہو تم ہمارے بندے ہین ہم تمہارے — موقوف ہم پہ ہین دشوار کام سارے
آشوب بہر ہستی کیا جانیے ہے کب سے — موج و حباب اوٹھکر لگ جاتے ہین کنارے
کوئی تو تھا طرف پر آواز دی نہ ہم کو — ہم بیقرار ہوکر چارون طرف پکارے
دنیا مین میر آکر کھولا ہے بار ہم نے — اس رہگذر مین دیکھین کیا پیش آوے بارے

یکسان عشق تھے ہم تم مین تب سارے گئے
باز خواہِ خون نہ تھا مارے گئے سارے گئے

بے یار ہوا بیکس ہون آگاہ نہین کوئی — بے غم کرو خونریزی خونخواہ نہین کوئی
موہوم ہے ہستی تو کیا معتبری اسکی — ہے گاہ اگر کوئی بے گاہ نہین کوئی

فرہاد کو مجنون کو موت آگئی ہے آگے
کس سے کہین درد دل اب آہ نہین کوئی

میر اپنی سماجت جو بندون سے تو کرتا ہے
دنیا مین مگر تیرا اللہ نہین کوئی

موسم گل مین توبہ کی تھی واعظ کے مین کہنے سے
اب جو رنگ بہار کو دیکھی شرمندہ ہین ندامت ہے
شیخ کی ادبی حرکت بھی ہین خرق عادت جانون ہون
مسجد سے میخانے آیا یہ بھی اس کی کرامت ہے
توہی کر انصاف صبا ٹک باغون باغون پھرسے ہی تو
روئے گل اوسکا سارو ہے سرو کا البا قامت ہے

چھوڑو اوس اوباش کا ملنا ورنہ سر کٹواؤگے
چاہ رہوگے ہتھیرون کو سر جو میر سلامت ہے

اے پریشان ربط دیکھین کب تلک یہ دور ہے
ہر گلی کوچہ مین تیرا اک دعا گو اور ہے
ہم سے یہ انداز اوباشانہ کرنا کیا ضرور
آنکھ ٹیڑھی۔ خم ہے ابرو طور کچھ بیطور ہے
طبع درہم۔ وضع برہم۔ زخم غائر۔ چشم تر
حال بد مین بیکسون کے کچھ تمہین بھی غور ہے

ان بلاؤن سے کب رہائی ہے
عشق ہے فقر ہے جدائی ہے
دیکھیے وقت رفتہ کیا ہووے
ہم بھی چلنے کو ہین کہ آئی ہے
نہ تو جذب رسا نہ بخت رسا
کیونکہ کہیے کہ وان رسائی ہے
ہے تصنع کہ اسکے لب ہین لعل
سب نے اک بات یہ بنائی ہے
کر چلو نیکی اب تو جس تس سے
شاید اس ہی مین کچھ بھلائی ہے

کب عشق کی وادی ہے سر کھینچنے کی جاگہ
ہو سیل بھلا سا تو منہ موڑ چلا جاوے
افسوس کی جاگہ ہے یان بازپسین دم مین
ہو روبرو آئینہ وہ منہ کو چھپا جاوے
دیکھ اسکو ٹھہر رہنا ثابت قدمون سے ہو
اس راہ سے آوے تو ہم سے نہ رہا جاوے

ہے حوصلہ تیرا ہی جو تنگ نہین آتا
کس سے یہ ستم ورنہ اے میر سہا جاوے

س: ترے بندے ہم ہین خدا جانتا ہے — خدا جانے تو ہم کو کیا جانتا ہے
نہین عشق کا درد لذت سے خالی — جسے عشق ہے وہ مزا جانتا ہے
لگے زیر برقع سے گیسوؤن مین — غرض خوب وہ منہ چھپا جانتا ہے
مرے دل مین رہتا ہے تو ہی تبھی تو — جو کچھ دل کا ہے مدعا جانتا ہے
بدی مین بھی کچھ خوبی ہووےگی تب تو — برا کرنے کو وہ بھلا جانتا ہے
زمانہ کے اکثر ستمگار دیکھے — وہی خوب طرز جفا جانتا ہے

جون جون بڑہاپا آتا ہے جاتے ہین اینٹھتے — کس مٹی کا نہ جانیئے اپنا خمیر ہے

فریاد شب کی سنکے کہا بیدماغ ہو
دیکھو تو اس بلا کو یہ شاید کہ میر ہے

مین ہون تو ہے درمیان شمشیر ہے — سفک دم مین میرے اب کیا دیر ہے
خضر دشت عشق مین مت جا کہ وان — ہر قدم مخدوم خوف شیر ہے

س: یار نے ہم سے بے ادائی کی — وصل کی رات مین لڑائی کی
کچھ مروت نہ تھی امن آنکھون مین — دیکھکر کیا یہ آشنائی کی
اک نگہ مین ہزار جی مارے — ساحری کی کہ دلربائی کی

کہو تو کب تلک یون ساتھ تیری پیار رہے — کہ دیکھے جب تجھے تب جی کو مار مار رہے
ادا و ناز سے دل لیلیا تو ہنس کے کہا — کہ میرے پاس تمہارا بھی یادگار رہے
ہم آپ سے جو گئے ہین گئے ہین مدت کے — الہی اپنا نہین کب تک انتظار رہے
وصال ہجر ٹھہر جائے کچھ نہ کچھ آخر — جو بیقرار مرے دل کو بھی قرار رہے

بے لطف یار ہم کو کچھ آسرا نہین ہے — سو کوئی دن جو ہے تو پھر سا لہا نہین ہے
جس آنکھ سے دیا تھا ان نے فریب دل کو — اس آنکھ کو جو دیکھو اب آشنا نہین ہے

ہے سر کے ساتھ مال و منال آدمی کا جب — جاتا رہے جو سر ہی تو سامان کیا رہے

جب سے جہان ہی تب سی خرابی یہی ہی میر
تم دیکھکر زمانہ کو حیران کیا رہے

ہجران یار ایک مصیبت سے نہیں
ہین ڈی کہاک آتش غم مین جلے سے دل

مرنیکے حال سے کوئی کب تک جیا کرے
وہ سرد مہر گرم ہو بولا جلا کرے

مدت سے تو دلون کی ملاقات بھی گئی
ظاہر کا پاس تھا سو مدارات بھی گئی

پھرتے ہین میر خوار کوئی پوچھتا نہین
اس عاشقی مین عزت سادات بھی گئی

مدت پائے چنار رہے ہین مدت گلخن تابی کی
برسون ہوئے ہین گھر سے نکلے عشق نے خانہ خرابی کی

دیکھ جوانی کچھ رہتی تو اوس کی جفا کا اوٹھتا مزا
عمر نے میری گزر جانے مین ہائے دریغ شتابی کی

تنگ خلق کیا ہے ہم کو آخر دست خالی نے
عالم مین اسباب کے ہے کیا شورش بے اسبابی کی

عشق میر کسو سے اتنا اب تک ظاہر ہم پہ نہ تھا
حرف یار جو منہ سے نکلا اون نے بلا بیتابی کی

جو لوگ آسمان نے یان خاک کر اٹھائے
رہنے کی کوئی جا گہ شاید نہ تھی انھون کے
پامال لوگ کیا کیا آگے ہوئے ہین تم سے

بے صبر تون نے لیکر خاک اوس کی گھر بنائے
جو یان سے اٹھ گئے ہین وی پھر کبھو نہ آئے
اس پر بھی تم جو آئے یان تم نے سر اٹھائے

ہم کبھو غم سے آہ کرتے تھے
کیا زمانہ تھا وہ جو گزرا میر

آسمان تک سیاہ کرتے تھے
ہمد گر لوگ چاہ کرتے تھے

سے ۵ ویرنگ ۱۲ سے ۵۲ ان کے ۱۲

اس سخن رس سے اگر شب کی ملاقات رہے
بات رہ جائے نہ یہ دن رہیں نہ رات رہے

بات واعظ کی موثر ہو دلوں میں کیونکر
دن کو طامات رہے شب کو مناجات رہے

کیا عشق بے محابا ستھراؤ کر رہا ہے
میدان بزن گہونگے کشتون سے بھر رہا ہے

خونریز ناتوان ہیں - اتنا نہ کوئی بولا
کیا مارتا ہے اسکو یہ آپ ہی مر رہا ہے

رہتا نہیں ہے سنبھالے رکھے تھمتا نہیں تھمائے[۲]
دل اب تڑپ تڑپ کر اک ظلم کر رہا ہے

یہ کاروان سرا تو رہنے کی گون نہ نکلی
ہر صبح یاں سے ہم کو عزم سفر رہا ہے

کیا پھر نظر چڑھا ہے ای میر کوئی خوشرو
یہ زرد زرد چہرہ تیرا اوتر رہا ہے

چرخ پر اپنا مدار دیکھیے کب تک رہے
ایسی[۳] طرح روزگار دیکھیے کب تک رہے

سہرے کہاں تک پڑیں آنسوؤں کی جہرہ پر
گریہ گلے ہی کا ہار دیکھیے کب تک رہے

لب پہ میرے آن کر بارہا پھر پھر گئی
جان کو یہ اضطرار دیکھیے کب تک رہے

اس سے تو عہد و قرار کچھ بھی نہیں درمیان
دل ہی مرا بیقرار دیکھیے کب تک رہے

آنکھیں تو پتھرا گئیں تکتے ہوئے اسکی راہ
شام و سحر انتظار دیکھیے کب تک رہے

گیسو و رخسار یار آنکھوں ہی میں پھرتے ہیں
میر پہ لیل و نہار دیکھیے کب تک رہے

ہلاک[۱] گرنے کے قابل آسمان سے ہے
کہ یہ پیرانہ سر جاہل جوان سے ہے

کئی ان قافلوں سے بھی اٹھی گرد
ہماری خاک کیا جانیں کہاں ہے

بہت نامہربان رہتا ہے لیکن
ہمارے حال پر کچھ مہربان سے ہے

نہیں جس جائے کل غش آگیا تھا
وہیں شاید کہ اوس کا آستان ہے

عشق کیا کوئی اختیار کرے
وہی جی مارے جس کو پیار کرے

۱ ہلاف و گزاف - ۲ تھمائے نہیں تھمتا ۱۲ - ۳ یعنی اسی طرح ۱۲